لَہٗ دَعْوَۃُ الْحَقِّ

اسلامی مہینوں کی مناسبت سے ایک دعوتی اور موضوعاتی سلسلہ

فضائل ومسائل قربانی وعیدین
واحکام عشرہ ذی الحجہ

مرتب

مولانا مفتی محمد ایاز درّانی حفظہ اللہ صاحب

العلم پبلیکیشنز

العلم پبلیکیشنز

فضائل و مسائل

قربانی

ابو معاویہ مولانا مفتی محمد ایاز حفظہ اللہ

العلم پبلیکیشنز محلہ جنگی پشاور
091-2590315

فہرست مضامین

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت و حرمت	182
عشرۂ ذی الحجہ کے احکام	183
یوم عرفہ کی فضیلت	183
یوم عرفہ کی تعیین	184
تکبیرات تشریق	185
تکبیرات تشریق مرد، عورت، مقیم و مسافر سب پر واجب ہیں	185
تکبیرات کہنا بھول گیا تو کیا کرے؟	185
فوت شدہ نماز کی قضاء کے بعد تکبیرات	186
فلسفۂ تکبیرات تشریق	186
عیدین	187
عید کا لغوی و اصطلاحی تعریف	189
عید الفطر کی سنتیں	189
عید الاضحیٰ کی سنتیں	189
نماز عید	190
نماز عیدین کے وجوب اور صحت کے شرائط	190
نماز عید کے احکام و مسائل	191
عید گاہ شہر سے باہر ہونا مسنون ہے	191
نماز عید سے قبل نفل پڑھنا مکروہ ہے	191
نماز عید سے پہلے قضاء نماز پڑھنا جائز ہے	191
نماز عید کا وقت	191
خطبۂ عید کا مستحب طریقہ	192

- نماز عید پہلے روزا گرادا ءنہ کی جاسکی 192
- نماز عید کا طریقہ 192
- نماز عید دو رکعت ہے 192

نماز عید ادا کرنے سے متعلق مسائل واحکام 193

- عید کی نماز کے لیے جماعت شرط ہے 193
- نماز عیدین کی واجبات 193
- کئی آدمیوں کی نماز عید رہ گئی 193
- جس کی تکبیرات رہ گئیں 193
- امام کو دوسری رکعت کے رکوع میں پایا 194
- جس کی دونوں رکعتیں نکل گئیں 194
- دوسری رکعت میں تکبیرات کو قراءت سے مؤخر کرنا واجب نہیں 194
- امام تکبیرات بھول کر رکوع میں چلا گیا 194
- نماز عید میں سجدہ سہو 194
- جو شخص بیرون ملک نماز عید پڑھ کر آیا 195

عید الاضحیٰ کی قربانی 195

- لغوی واصطلاحی تعریف 195
- قربانی کی فضیلت واہمیت 195
- قربانی نہ کرنے پر وعید 196

قربانی اور روشن خیالی 197

- قربانی سے کیا سبق حاصل کیا جائے؟ 200
- شرائط وجوب قربانی 202
- مذکورہ شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں 202
- آخر وقت میں کوئی شرط فوت ہوگئی 202

قربانی کے ایام	202
قربانی کا طریقہ	203
قربانی کے وقت کی دعا	205
قربانی کے مسائل واحکام	206
قربانی کرنے کے حوالے سے مسائل	206
شہر اور دیہات میں فرق	206
مستحب وقت	206
پہلے دن نماز نہ پڑھی جاسکی	206
کسی ایک جگہ نماز عید کا ہو جانا اضحیہ کیلیے کافی ہے	206
وقت میں فرق کس لحاظ سے ؟	207
رات میں قربانی کرنا	207
فقیر قربانی کے بعد مالدار ہو گیا	207
حاجی مسافر ہو تو قربانی واجب نہیں	207
قربانی کس پر واجب ہے	207
کسی کو دیا ہوا قرض بھی نقدی میں شمار ہو گا	208
لیا ہوا قرض نکال کر نصاب کا حساب لگایا جائے	208
مختلف ناقص نصابوں کی صورت میں زکوٰۃ و قربانی کے وجوب کا مسئلہ	209
گھر کے سربراہ کی قربانی دوسروں کی طرف سے کافی نہیں	215
قربانی کے لیے مال پر سال گزرنا ضروری نہیں	215
قربانی کے حوالے سے چند غلطیوں کی اصلاح	216
شرکاء میں سے ہر ایک کو صحیح العقیدہ مسلمان ہونا ضروری ہے	216
صحیح العقیدہ مسلمان	216
ضروریات دین	216

قربانی کے لیے ثواب کی نیت ضروری ہے	216
دیوار پر قربانی کا خون لگانا	217
گھر کے دروازے پر سینگ لٹکانا	217
حرام آمدن والوں کو شریک کرنا	217
قربانی تک بھوکا پیاسا رہ کر اس کو روزہ سمجھنا	218
قربانی کے جانوروں کی عمریں	218
جانوروں میں عیوب کا بیان	219
جن عیب دار جانوروں کی قربانی جائز نہیں	219
ان اعضاء کا کتنا حصہ جاتا رہا تو قربانی جائز نہیں؟	220
جن جانوروں کی قربانی جائز، مگر خلاف اولیٰ ہے	220
قربانی کے جانوروں کے عیوب	221
ولائتی گائے کی قربانی	224
حاملہ جانور کی قربانی	225
جانور اور قربانی کرنے والے سے متعلق مسائل	226
جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہو گیا	226
خصی جانور کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے	226
متفرق مسائل	226
قربانی کا جانور بدلنا	227
جانور خرید لیا، اس کے بعد ایام نحر میں پہلا بھی مل گیا	227
بنیت اضحیہ جانور خریدا، پھر وہ گم ہو گیا یا مر گیا	228
اونٹ اور گائے میں شرکاء کی تعداد	229
ذبح کرنے کے بعد کسی کو شریک کرنا	229
جانور متعین کیا تھا، مگر قربانی نہ کر سکا	229

مالدار نے جانور متعین نہیں کیا تھا، ایام گذر گئے	229
فقیر نے پالتو جانور کی قربانی کی نیت کی، پھر قربانی نہیں کی	229
ایک ہی جانور میں قربانی اور عقیقہ یا نذر کی نیت کرنا	230
جانور ہلاک ہو گیا	230
قربانی کی وصیت و توکیل	230
غیر کی طرف سے قربانی	230
دوسرے شخص نے بلا اجازت جانور ذبح کر دیا	231
میت کی طرف سے قربانی	232
جانور ذبح کرنے اور تقسیم کرنے سے متعلق مسائل	232
ذبح کے لیے گراتے ہوئے عیب پیدا ہو گیا	232
بسم اللہ، اللہ اکبر کہنا صرف ذابح پر واجب ہے	232
عورتوں کا ذبیحہ حلال ہے	232
ذبح فوق العقد کا حکم	232
جانور بے قابو ہو گیا تو ذبح اضطراری جائز ہے	233
حلال جانوروں کی سات چیزوں کا کھانا حرام ہیں	233
میت کی قربانی کا گوشت کھانا	233
وزن کی مشقت سے بچنے کی آسان تدبیر	234
گوشت تقسیم کرنا کس صورت میں ضروری نہیں؟	234
قربانی کے گوشت کے تین حصے مستحب ہیں	234
قربانی اور نذر سے متعلق عوام کے بعض غلط مسئلے	235
ذبح کی اغلاط	236
قربانی کی کھال کے احکام	237
کھال اپنے استعمال میں لانا جائز ہے	237

کھال یا اس سے بنی ہوئی شیء کا ہبہ جائز ہے	237
کھال معاوضہ میں دینا جائز نہیں	237
کھال فروخت کرنا	237
کھال کا مصرف	238
باپ مالدار ہو تو بچوں کو صدقہ دینا	237
سیّد کو صدقہ دینا	239
والدین یا اولاد کو صدقہ دینا	239
کسی خدمت کے معاوضہ میں صدقہ دینا	239
کھال اور اس کی رقم بطور تملیک دینا ضروری ہے	239
حیلۂ تملیک	240
کھال بھی شرکاء میں مشترک ہے	241
قربانی کی جھول، رسی وغیرہ	241
کھال خریدنے کے بعد ہر تصرف جائز ہے	242
کوئی زبردستی کھال لے گیا یا چوری ہو گیا	242

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت و حرمت

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے سات دنوں میں جمعہ کو، سال کے بارہ مہینوں میں سے رمضان المبارک کو اور پھر رمضان المبارک کے تین عشروں میں سے عشرہ اخیر کو خاص فضیلت بخشی ہے، اسی طرح ذی الحجہ کے پہلے عشرے کو بھی فضل ورحمت کا خاص عشرہ قرار دیا ہے۔ اسی میں بندے کا ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب اور اسکے نزدیک اس کی بڑی قیمت اور اجر ہے۔

☆ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا مِنْ اَیَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْھِنَّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْاَیَّامِ الْعَشَرَۃِ۔ [رواہ البخاری]

”سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو عمل صالح جتنا ان دس دنوں میں محبوب ہے اتنا کسی دوسرے دن میں نہیں۔“

☆ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَاَرَادَ بَعْضُکُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَاْخُذَنَّ شَعْرًا وَلَا یَقْلِمَنَّ ظُفْرًا۔

[رواہ مسلم]

”امّ المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے (یعنی ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیا جائے) اور تم میں سے کسی کا ارادہ قربانی کا ہو تو اسے چاہیے کہ اب قربانی کرنے تک اپنے بال یا ناخن بالکل نہ تراشے۔“

دراصل یہ عشرہ حج کا ہے۔ اور ان ایام کا خاص الخاص عمل حج ہی ہے۔ لیکن حج چونکہ مکہ معظمہ جا کر ہی ادا ہو سکتا ہے، اس لیے وہ عمر میں صرف ایک مرتبہ اور وہ بھی اہل استطاعت پر فرض کیا گیا ہے۔ اس کے خاص برکات وہی بندے حاصل کر سکتے ہیں جو وہاں حاضر ہو کر حج کریں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے سارے اہل ایمان کو اس کا موقع دیا ہے کہ جب حج کے یہ ایام آئیں تو وہ اپنی

اپنی جگہ رہتے ہوئے بھی حج اور حجاج سے ایک نسبت پیدا کرلیں اوران کے کچھ اعمال میں شریک ہو جائیں، عیدالاضحیٰ کی قربانی کا خاص راز یہی ہے۔

حجاج دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں اللہ کے حضور میں اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ دنیا بھر کے دوسرے مسلمان جو حج میں شریک نہیں ہوسکے ان کو حکم ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ ٹھیک اسی دن اللہ کے حضور میں اپنی قربانیاں نذر کریں اور جس طرح حاجی احرام باندھنے کے بعد بال یا ناخن نہیں ترشواتا، اسی طرح وہ مسلمان جو قربانی کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد بال یا ناخن نہ ترشوائیں اوراس طریقے سے حجاج سے ایک مناسبت اور مشابہت پیدا کریں۔

کس قدر مبارک ہدایت ہے جس پر چل کر مشرق و مغرب کے مسلمان حج کے انوار و برکات میں حصہ لے سکتے ہیں۔

عشرۂ ذی الحجہ کے احکام:

سیدہ اُم سلمہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب عشرۂ ذی الحجہ شروع ہو جائے اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو قربانی کرنے تک وہ جسم کے کسی حصے کے بال نہ لے اور نہ ناخن کاٹے۔‘‘ [صحیح مسلم]

یہ استحبابی حکم صرف قربانی کرنے والوں کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ میں اس کی صراحت ہے۔ وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ زیر ناف اور بغلوں کی صفائی اور ناخن کاٹے ہوئے چالیس روز نہ گزرے ہوں۔ اگر چالیس روز گزر گئے ہوں تو امور مذکورہ کی صفائی واجب ہے۔

یوم عرفہ کی فضیلت:

عشرۂ ذی الحجہ میں نویں ذی الحجہ کو بہت فضیلت حاصل ہے۔ اس دن حجاج کرام چونکہ حج کا رکن اعظم کو ادا کرتے ہوئے اللہ کے حضور میدان عرفات میں جمع ہوتے ہیں تو ان کی اس عظیم عمل میں غیر حاجی بھی اللہ کے حضور خود کو کچھ اعمال کے ذریعے قریب کرتے ہیں اور وہ عمل ہے روزہ رکھنا۔ اس دن روزہ رکھنے کی بہت فضیلت آئی ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

روی ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: صِیَامُ یَوْمِ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَی

اللّٰہِ اَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَۃَ الَّتِیْ قَبْلَہٗ وَالسَّنَۃَ الَّتِیْ بَعْدَہٗ۔ [الصحیح لمسلم:۸۱۹/۲]

ترجمہ:

سیدنا ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں اللہ سے یہ امید کرتا ہوں کہ وہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے (گناہوں کا) کفارہ بن جائے گا۔

اس وجہ سے تمام فقہاء اس دن کے روزے کے استحباب کے قائل ہیں۔ علامہ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ پورے سال میں روزہ رکھنے کے لیے رمضان کے بعد یہ دن سب سے زیادہ فضیلت والا ہے کیونکہ صحیح مسلم کی روایت ہے:

مَامِنْ یَوْمٍ اَکْثَرَ مِنْ اَنْ یَّعْتِقَ اللّٰہُ فِیْہِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَۃٍ۔

[الصحیح لمسلم:۹۸۳/۲]

یعنی اللہ تعالیٰ یوم عرفہ کے دن میں دوسرے دنوں کی نسبت زیادہ بندوں کو جہنم کی آگ سے نجات دیتا ہے۔

یوم عرفہ کی تعیین:

آج کل یہ بات عوام میں کافی زیر بحث رہتی ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ ہم کس دن کو رکھے کیونکہ عموماً جب پاکستان میں ۹ ذوی الحجہ کا دن ہوتا ہے تو اُسی دن سعودی عرب میں عید الاضحیٰ ہوتا ہے۔ اور وہاں جب وقوف عرفات کا دن ہوتا ہے تو یہاں آٹھویں ذی الحجہ کا دن رہتا ہے لہٰذا یہ تشویش ہوتی ہے کہ اگر ہم نویں ذی الحجہ کو روزہ رکھیں تو جس دن حجاج کرام عید مناتے ہیں اور عید کے دن تو روزہ رکھنا جائز نہیں اور جس دن وہاں عرفہ ہوتا ہے تو یہاں آٹھواں ذی الحجہ ہوتا ہے۔ اس صورت حال میں کیا کیا جائے؟

اس کا آسان جواب یہ ہے کہ احادیث اور فقہاء کی آراء سے جو فضیلت ثابت ہے وہ نویں ذی الحجہ کی ہے۔ اب اس میں ہر ملک کی رؤیت کا الگ اعتبار ہے۔ ہمارے ملک میں جس دن نواں ذی الحجہ ہو گا اسی دن روزے رکھنا چاہیے کیونکہ ہمارے ملک میں رؤیت ہلال کے لیے ملکی اور علاقائی سطح پر کمیٹیاں بنائی گئیں ہیں اب یہ کہنا کہ سعودی عرب میں عید ہے تو یہاں روزہ رکھنا جائز نہیں یہ

بات غلط ہے۔اُن کے حساب اور رؤیت کے مطابق اُن کا عید ہوتا ہے۔ ہماری رؤیت اور حساب کے مطابق تو ہمارا عید نہیں ہوتا، لہٰذا عرفہ کا روزہ اپنی رؤیت اور حساب کے مطابق نویں ذی الحجہ ہی کو رکھنا چاہیے۔ چنانچہ الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

اِتَّفَقَ الْفُقَهَآءُ عَلٰى اِسْتِحْبَابِ يَوْمِ عَرَفَةِ لِغَيْرِ الْحَاجِّ وَهُوَ الْيَوْمُ التَّاسِعُ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ۔

"فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ غیر حاجی کے لیے مستحب ہے اور یوم عرفہ نویں ذی الحجہ ہی کو ہے۔

لہٰذا روزہ رکھنا نویں ذی الحجہ ہی کے دن رکھنا چاہیے اور اس میں ہر ملک اور علاقے کی اپنی رؤیت کا اعتبار ہو گا۔

تکبیرات تشریق:

تکبیرات تشریق یعنی اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرھویں ذی الحجہ کی عصر تک ہر نماز کے بعد پڑھنا مفتیٰ بہ قول کے مطابق واجب ہے۔ بعض لوگ تین دفعہ پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہیں جو غلط ہے، ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔

تکبیرات تشریق مرد، عورت، مقیم و مسافر سب پر واجب ہیں:

مذکورہ تاریخوں میں تکبیرات تشریق کا پڑھنا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والے اور تنہا نماز پڑھنے والے، شہری اور دیہاتی، مقیم اور مسافر، مرد اور عورت سب پر واجب ہے۔ البتہ مرد متوسط بلند آواز سے پڑھے اور عورت آہستہ۔ بہت سے لوگ اس میں غفلت کرتے ہیں، پڑھتے ہی نہیں یا آہستہ پڑھ لیتے ہیں، اس کی اصلاح ضروری ہے۔

تکبیرات کہنا بھول گیا تو کیا کرے؟:

تکبیرات بھول جانے کی صورت میں سلام کے متصل بعد اگر نماز کے منافی کوئی کام نہیں کیا تو یاد آنے پر تکبیرات کہہ دینی چاہئیں اور اگر نماز کے منافی کوئی کام کر لیا، مثلاً آواز کے ساتھ ہنس پڑا،

عمداً وضوء توڑ دیا، عمداً یا سہواً کلام کر لیا، مسجد سے نکل گیا، میدان میں نماز پڑھی اور صفوں سے باہر نکل گیا تو تکبیرات فوت ہو گئیں۔ اب کہنے سے واجب اداء نہیں ہوگا، اس پر استغفار ضروری ہے۔

فوت شدہ نماز کی قضاء کے بعد تکبیرات:

ایام تشریق کی کوئی فوت شدہ نماز اسی سال ایام تشریق میں قضاء کرے تو اس کے بعد بھی تکبرات تشریق کہنا واجب ہے۔ البتہ اگر ایام تشریق سے پہلے کی کوئی نماز ایام تشریق میں قضاء کرے یا ایام تشریق کی کوئی فوت شدہ نماز ایام تشریق کے بعد قضاء کرے تو تکبیرات نہ کہے۔

فلسفۂ تکبیرات تشریق:

تکبیراتِ تشریق پانچ دن تک ہر نماز کے بعد کیوں کہی جاتی ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت دلوں میں پختہ ہو۔ جس ذات کی دل میں عظمت ہوتی ہے آدمی اس کے کسی حکم سے سرتابی نہیں کرتا، ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے، بلکہ اس کے اشاروں پر چلتا ہے، اس کی چاہت کو مد نظر رکھ کر ہی عمل کرتا ہے۔ اس کے مقابل میں کسی کے حکم، کسی کے خوف وملامت، کسی کی محبت کو خاطر میں نہیں لاتا اور دل میں جس کی عظمت نہیں ہوتی، آدمی اس کے بار بار کے حکم کی بھی پروا نہیں کرتا۔

تکبیراتِ تشریق ہوں یا اذان واقامت اور نماز کی تکبیرات، ان میں بار بار مسلمانوں کو جھنجوڑا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دلوں میں بٹھاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں نفس وشیطان، اعزہ واقارب، دوست احباب کسی کی بات نہ مانو۔ عظمت و کبریائی تو صرف اللہ ہی کے لیے ہے، صرف اسی کی اطاعت کرو اور اس کی اطاعت میں آنے والی ہر رکاوٹ کا مقابلہ کرو۔

یہ حقیقت پیش نظر رکھ کر یہ تکبیرات کہنے چاہئیں، پھر اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت دل میں پیدا ہو رہی ہے یا محض طوطے کی طرح رٹے رٹائے بول بولے جارہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوٹ رہی ہے اور آخرت کی فکر دل میں پیدا ہو رہی ہے یا دن بدن دنیا کی ہوس میں اضافہ ہو رہا ہے؟

یاد رکھیئے! جسمانی امراض کے نسخوں سے کوئی فائدہ حاصل کرنے کی نیت وارادہ نہ بھی کرے

تو بھی فائدہ ہو جاتا ہے، مگر روحانی امراض کے جو نسخے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں ان سے شفاء حاصل کرنے کا قصد وارادہ ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ بار بار اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا زبان سے اقرار کرنے کا دل پر اثر نہ ہو۔

عیدین

ہر قوم کے کچھ خاص تہوار اور جشن کے دن ہوتے ہیں، جن میں اس قوم کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور سطح کے مطابق اچھا لباس پہنتے اور عمدہ کھانے پکاتے کھاتے ہیں، ساتھ دوسرے طریقوں سے بھی اپنی اندرونی مسرت و خوشی کا اظہار کرتے ہیں، یہ سب گویا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔اسی لیے انسانوں کا کوئی بھی طبقہ اور فرقہ ایسا نہیں جس کے ہاں تہوار اور جشن کے کچھ خاص دن متعین نہ ہوں۔

اسلام میں بھی ایسے دو دن رکھے گئے ہیں:

ایک عید الفطر، دوسرا عید الاضحیٰ۔ بس یہی مسلمانوں کے اصلی مذہبی و ملی تہوار ہیں۔ان کے علاوہ مسلمان جو تہوار مناتے ہیں ان کی کوئی مذہبی حیثیت اور بنیاد نہیں ہے، بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے ان میں سے اکثر خرافات پر مبنی ہیں۔

مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اُس وقت سے شروع ہوتی ہے جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آئے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے ان دونوں تہواروں کا سلسلہ بھی اس وقت سے ہی شروع ہوا ہے۔

جیسا کہ سب کو علم میں ہے کہ عید الفطر رمضان المبارک کے ختم ہونے پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے اور عید الاضحیٰ ۱۰ ذی الحجہ کو۔ رمضان المبارک دینی و روحانی حیثیت سے سال کے بارہ مہینوں میں سب سے مبارک مہینہ ہے۔اسی مہینے میں قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا، اس پورے مہینے کے روزے امت مسلمہ پر فرض کئے گئے، اس کی راتوں میں ایک مستقل باجماعت نماز کا اضافہ کیا گیا اور ہر طرح کی نیکیوں میں اضافے کی ترغیب دی گئی۔ الغرض یہ پورا مہینہ خواہشات کی قربانی اور مجاہدہ اور ہر طرح کی طاعات و عبادات کی کثرت کا مہینہ قرار دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس مہینے

کے خاتمے پر جو دن آئے ایمانی اور روحانی برکتوں کے لحاظ سے وہی سب سے زیادہ اس بات کا مستحق ہے کہ اسے اس امت کے جشن و مسرت کا دن اور تہوار بنایا جائے، چنانچہ اسی دن کو عید الفطر قرار دیا گیا۔

جبکہ ۱۰ ذی الحجہ وہ مبارک تاریخی دن ہے جس میں امت مسلمہ کے موسس و مورث اعلیٰ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی دانست میں اللہ تعالیٰ کا حکم واشارہ پاکر اپنے لخت جگر سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو ان کی رضا مندی سے قربانی کے لیے اللہ کے حضور پیش کرتے ہوئے ان کے گلے پہ چھری رکھ کر اپنی سچی وفاداری اور کامل تسلیم و رضا کا ثبوت دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے عشق و محبت اور قربانی کے اس عظیم امتحان میں ان کو کامیاب قرار دیتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زندہ و سلامت رکھ کر ان کی جگہ ایک جانور کی قربانی قبول فرمالی تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر پر "اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا" کا تاج رکھ دیا۔ پھر ان کی اس ادا کی نقل کو قیامت تک کے لیے "رسم عاشقی" قرار دے دیا گیا۔ پس اگر کوئی دن کسی عظیم تاریخی واقعہ کی یادگار کی حیثیت سے تہوار قرار دیا جاسکتا ہے تو اس امت مسلمہ کے لیے، جو کہ ملت ابراہیمی کی وارث اور اسوہ خلیلی کی نمائندہ امت ہے، ۱۰ ذی الحجہ کو قرار دیا گیا۔ جس وادی غیر ذی زرع میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا یہ منفرد واقعہ پیش آیا تھا اسی وادی میں پورے عالم اسلامی کے حج کا سالانہ اجتماع اور اس کے مناسک قربانی کا یہ واقعہ گویا اصل اور اول درجے کی یادگار اور ہر اسلامی شہر اور بستی میں عید الاضحیٰ کی تقریبات نماز اور قربانی وغیرہ بھی اسی کی گویا نقل اور دوم درجہ کی یادگار ہے۔ بہر حال ان دونوں (یکم شوال اور ۱۰ ذی الحجہ) کی ان خصوصیات کی وجہ سے ان کو یوم العید اور امت مسلمہ کا تہوار قرار دیا گیا۔

حضرت امام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ: مسلمانوں کی مسرت و خوشی کا دن اور تہوار محض لہو لعب نہیں بن سکتا بلکہ ملت ابراہیمی کے شعائر کو زندہ کرنے اور اللہ کے اطاعت اور جذبہ سے سرشار مسلمانوں کے ایام خوشی میں دوگانہ نماز عید رکھی جس میں اس حقیقت کا اظہار ہے کہ مومن کی خوشی کی انتہاء یہی ہے کہ اس کی پیشانی اپنے خالق و مالک کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے اور وہ صدقہ فطر اور قربانی جیسے احکام کے ذریعے اپنے مسلمان بھائیوں سے اپنی محبت و ہمدردی کا اظہار

کرے۔

عید کا لغوی و اصطلاحی تعریف:

عید کا اصل عود ہے یعنی لوٹنا۔ چونکہ اللہ کے احسانات وانعامات ہر سال انہی ایام میں بار بار لوٹ کر آتے ہیں اسی نیک فالی کی وجہ سے اس کو عید کہتے ہیں۔

اور اصطلاح میں شوال کی یکم کو عید الفطر اور ذی الحجہ کی دس تاریخ کو عید الاضحیٰ کہتے ہیں۔

عید الفطر کی سنتیں:

۱۔ عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے قبل میٹھی چیز کھانا، بہتر ہے کہ کھجور کھالے۔
۲۔ عید گاہ جانے سے قبل غسل کرنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا، اچھا لباس پہننا۔
۳۔ نماز سے پہلے صدقہ فطر دینا۔
۴۔ چہرے پر مسکراہٹ، تازگی اور خوشی کا اظہار کرنا۔
۵۔ عام معمول سے صبح سویرے اٹھنا۔
۶۔ عید گاہ کی طرف پیدل چلنا۔
۷۔ عید گاہ جاتے ہوئے تکبیرات پڑھنا چاہے جہراً ہو یا چھپکے سے۔
۸۔ عید گاہ پہنچتے ہوئے خاموشی اختیار کرنا، وقار و عزت سے بیٹھنا۔
۹۔ جس راستے سے عید گاہ گیا ہو اس راستے سے نہ آنا بلکہ راستہ بدل کر آنا۔
۱۰۔ عید کے دن مسلمانوں سے ملتے وقت دعائیہ کلمات کہنا جس میں عید کی مبارکباد بھی ہو۔
۱۱۔ عید الفطر کے خطبے میں صدقہ فطر کے احکامات بیان کرنا۔

عید الاضحیٰ کی سنتیں:

عید الاضحیٰ کے باقی احکام تو عید الفطر ہی کی طرح ہیں البتہ چند امتیازی احکام یہ ہیں:

۱۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر سنت یہ ہے کہ عید کی نماز تک کچھ نہ کھایا جائے بلکہ مستحب تو یہ ہے کہ قربانی کا گوشت اس کا پہلا خوراک ہو۔
۲۔ عید الاضحیٰ کے دن تکبیرات بلند آواز سے پڑھنا۔

۳۔ عیدالاضحیٰ کے خطبے میں قربانی کے احکام کا تذکرہ کرنا۔

نماز عید

نماز عیدین کے وجوب اور صحت کے شرائط:

نماز عیدین کے وجوب اور صحت کے لیے وہی شرائط ہیں جو کہ جمعہ کے لیے ہیں البتہ ایک شرط ایسی ہے جو نماز جمعہ کے لیے تو شرط ہے تاہم عیدین کی نماز کے لیے شرط نہیں ہے اور وہ ہے خطبہ یعنی خطبہ نماز جمعہ کے لیے شرط ہے جبکہ عیدین کے لیے سنت ہے اسی لیے جمعہ کی نماز سے پہلے جبکہ عیدین کی نماز کے بعد ہوتا ہے۔

نماز عیدین کے شرائط وجوب یہ ہیں کہ مسلمان عاقل، بالغ، آزاد، مذکر، مقیم، خوف سے پُر امن اور آنکھوں اور ٹانگوں سے صحیح ہو یعنی نابینا اور معذور نہ ہو۔

جبکہ نماز عیدین کے شرائط صحت مصر یعنی شہر یا فنائے مصر، سلطان یا اس کا نائب ہو، وقت، جماعت اور اذنِ عام ہے۔

نماز عید کے احکام و مسائل

عیدگاہ شہر سے باہر ہونا مسنون ہے:

رسول اللہ ﷺ کی نمازِ عید ہمیشہ شہر سے باہر نکل کر اداء فرماتے تھے، صرف ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے باہر تشریف نہیں لے جاسکے۔ اس لیے عید گاہ کا شہر سے باہر ہونا سنت اور اس طرح کے اس اجتماع عظیم میں شوکت اسلام کا مظاہرہ بھی ہے۔ مگر چونکہ بڑے بڑے شہروں میں باہر نکل کر عید کی نماز پڑھنا مشکل ہے، اس لیے شہر کے اندر بڑے میدان یا بوقت ضرورت مسجد میں نماز اداء کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ مگر حتی الامکان محلے میں چھوٹے چھوٹے اجتماعات کی بجائے ایک ہی مقام پر بڑے اجتماع کی کوشش کی جائے۔

نماز عید سے قبل نفل پڑھنا مکروہ ہے:

نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے، خواہ گھر میں پڑھے یا عید گاہ میں۔ حتیٰ کہ عورت بھی گھر میں نفل پڑھنا چاہے تو نماز عید کے بعد پڑھے۔ نماز عید کے بعد فقط عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ جبکہ گھر میں پڑھ سکتے ہیں۔

نماز عید سے پہلے قضاء نماز پڑھنا جائز ہے:

قضاء نماز عید سے پہلے گھر میں پڑھ سکتے ہیں، اگر کسی کی اسی روز کی فجر کی نماز قضاء ہوگئی تو نماز عید سے پہلے اس کی قضاء پڑھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگرچہ صاحب ترتیب کے لیے اسے نماز عید سے پہلے پڑھنا ضروری بھی نہیں، فجر پڑھے بغیر بھی اس کی نماز عید درست ہے۔ اسی طرح سابقہ نمازوں کی قضاء بھی نماز عید سے پہلے پڑھی جاسکتی ہے، مگر بہتر ہے کہ نماز عید کے بعد پڑھی جائے۔

نماز عید کا وقت:

آفتاب طلوع ہو کر بقدر نیزہ بلند ہو جائے تو نماز عیدین کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور آفتاب ڈھلنے سے پہلے پہلے تک (جب تک آفتاب عین سر پر نہ آجائے) رہتا ہے، اگر دوران نماز وقتِ مذکورہ ختم ہو گیا تو نماز عید نہ ہوئی بلکہ یہ رکعتیں نفل ہو جائیں گی۔

مستحب یہ ہے کہ نماز عید الاضحیٰ جلد اداء کی جائے تاکہ لوگ جلد قربانی کر سکیں اور نماز عید الفطر قدرے تاخیر سے اداء کی جائے تاکہ لوگ نماز سے پہلے صدقہ الفطر اداء کر سکیں۔

خطبہ عید کا مستحب طریقہ:

خطبہ عید کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے خطبے کی ابتداء میں نو بار، دوسرے خطبہ کی ابتداء میں سات بار اور بالکل آخر میں چودہ بار مسلسل تکبیرات یعنی "اللہ اکبر" کہا جائے۔ خطبہ میں تکبیرات تشریق نہ کہنا یا ایک دو بار کہنا خلاف اولیٰ ہے۔

نماز عید پہلے روز اگر اداء نہ کی جا سکی:

اگر شدید بارش وغیرہ کسی بھی عذر سے نماز عید الفطر پہلے روز اداء نہ کی جا سکی یا پڑھنے کے بعد وقت گذرنے کے بعد معلوم ہوا کہ نماز نہیں ہوئی تھی، مثلاً امام کا وضوء نہ تھا۔ وقت نکل جانے کے بعد پڑھی گئی تو دوسرے روز زوال آفتاب سے پہلے اداء کی جائے۔ اگر کسی عذر سے تیسرے روز تک مؤخر ہو گئی تو اب نماز پڑھنی جائز نہیں۔ اگر بلا عذر دوسرے روز تک مؤخر کی گئی تو بھی پڑھنی جائز نہیں، البتہ نماز عید الاضحیٰ کسی عذر سے رہ گئی تو تیسرے روز بھی زوال تک اداء کی جا سکتی ہے۔ بلا عذر بھی مؤخر کی گئی تو بھی تیسرے روز پڑھی جا سکتی ہے مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

نماز عید کا طریقہ:

صفیں اچھی طرح درست کرنے کے بعد دل میں یہ نیت کریں کہ اس امام کی اقتداء میں نماز عید اداء کرتا ہوں۔ زبان سے نیت کے کوئی مخصوص الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں، بلکہ اسے ضروری سمجھنا بدعت ہے۔

نماز عید دو رکعت ہے:

نماز عید دو رکعت ہے اور ہر رکعت میں تین تین تکبیرات زائد ہیں۔ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد قراءت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد رکوع سے پہلے۔ تمام تکبیرات میں کانوں تک ہاتھ اٹھائیں، پہلی رکعت میں دو زائد تکبیرات میں ہاتھ پیچھے چھوڑ دیں اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں، دوسری رکعت کی تینوں زائد تکبیرات میں ہاتھ کانوں تک لے جا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر کہتے ہوئی رکوع میں جائیں۔

نماز عید ادا کرنے سے متعلق مسائل واحکام

عید کی نماز کے لیے جماعت شرط ہے:

نماز عید کے لیے کم از کم تین آدمیوں کی جماعت شرط ہے لہٰذا اگر کوئی شخص نماز عید کی جماعت میں نہ پہنچ سکا تو وہ اکیلا اس کی قضاء نہیں پڑھ سکتا، البتہ اگر گھر لوٹ کر چار رکعت نفل پڑھ لے تو بہتر ہے۔

نماز عیدین کی واجبات:

نماز عیدین میں بقیہ تمام احکام میں دوسری نمازوں کی طرح ہیں صرف تین چیزوں میں مختلف ہیں یعنی درج ذیل تین چیزیں اس میں ضروری ہیں:

۱۔جماعت ۲۔جہراً قرأت ۳۔ تکبیرات زوائد

کئی آدمیوں کی نماز عید رہ گئی:

اگر کئی آدمیوں کی نماز عید رہ گئی تو کسی دوسری مسجد یا عید گاہ میں جہاں پہلے عید کی نماز نہ ہوئی ہو اپنی الگ جماعت کر کے نماز عید پڑھ سکتے ہیں۔ایسی مسجد یا عید گاہ نہ ملے تو کسی دوسری جگہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

جس کی تکبیرات رہ گئیں:

جو شخص امام کی تکبیرات سے فارغ ہو کر قراءت شروع کرنے کے بعد پہنچا وہ نیت باندھ کر پہلے زائد تکبیرات کہہ لے۔امام کو رکوع میں پایا تو اگر رکوع نکل جانے کا اندیشہ نہ ہو تو تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع ہی میں تینوں تکبیرات کہہ لے اور رکوع کی تسبیح "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم" بھی پڑھ لے۔دونوں کا جمع کرنا ممکن نہ ہو تو صرف تکبیرات کہے، تسبیحات چھوڑ دے۔ تکبیرات واجب اور تسبیحات سنت ہیں، اگر تکبیرات پوری کہنے سے پہلے ہی امام نے رکوع سے سر اُٹھا لیا تو بقیہ تکبیرات چھوڑ کر امام کا اتباع کرے۔

امام کو دوسری رکعت کے رکوع میں پایا:

اگرامام کو دوسری رکعت میں پایا تو بعینہ وہی تفصیل ہے جو اوپر درج کی گئی۔ البتہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب فوت شدہ رکعت اداء کرے گا تو پہلے قراءت کرے پھر تکبیرات کہے۔

جس کی دونوں رکعتیں نکل گئیں:

اگر کسی کی دونوں رکعتیں نکل گئیں ہوں لیکن سلام پھیرنے سے پہلے پہلے امام کے ساتھ شامل ہو گیا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر حسب قاعدہ دونوں رکعتیں پڑھے اور تکبیرات اپنے اپنے مقام پر یعنی پہلی رکعت میں ثناء کے بعد قراءت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد رکوع سے پہلے کہے۔

دوسری رکعت میں تکبیرات کو قراءت سے مؤخر کرنا واجب نہیں

دوسری رکعت میں تکبیرات زائدہ کو قراءت سے مؤخر کرنا اولی ہے، واجب نہیں۔ لہٰذا اگر امام نے غلطی سے یہ تکبیرات قراءت سے پہلے کہہ دیں تو بھی نماز بلا کراہت ہو گئی۔

امام تکبیرات بھول کر رکوع میں چلا گیا:

اگرامام تکبیرات زائدہ بھول کر رکوع میں چلا گیا تو یاد آنے پر رکوع ہی میں یہ تکبیرات کہہ لے، رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف نہ لوٹے۔ لیکن اگر امام رکوع چھوڑ کر لوٹ آیا اور تکبیرات کہہ کر پھر رکوع کر لیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔

نماز عید میں سجدہ سہو:

عام نمازوں کی مانند جمعہ و عیدین میں بھی ترک واجب و تاخیر فرض سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، لیکن نماز جمعہ و عیدین میں بلکہ کسی بھی نماز میں مجمع بہت زیادہ ہو اور سہو کرنے سے لوگوں میں فساد و انتشار یا الجھن میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو بہتر ہے کہ سجدہ سہو نہ کیا جائے۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو سجدہ سہو کیا جا سکتا ہے۔

خطبہ سننا واجب ہے: سلام کے بعد تکبیرات تشریق پڑھیں پھر اطمینان سے بیٹھ کر خطبہ سنیں، خطبہ دینا اگرچہ سنت ہے تاہم اس کا سننا واجب ہے۔

جو شخص بیرون ملک نماز عید پڑھ کر آیا:

اگر کوئی شخص کسی بیرونِ ملک میں نماز عید پڑھ کر آیا ہو تو وہ پاکستان پہنچ کر نماز عید کی امامت کر سکتا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ عید کی امامت نہ کرے بلکہ بصورت اقتداء نماز عید اداء کرے۔

عید الاضحیٰ کی قربانی

لغوی واصطلاحی تعریف:

قربانی کو اضحیہ کہتے ہیں، لغت میں اُضحیہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کی قربانی ہو رہی ہوتی ہے اور اسی مناسبت سے قربان والی عید کو عید الاضحی کہتے ہیں۔

اصطلاح شریعت میں قربانی کا مطلب ایک مخصوص عمر والے مخصوص جانور کا نام ہے جس کو ایک مخصوص دن پر شرائط کی موجودگی میں ذبح کرتے ہیں۔

قربانی کی فضیلت واہمیت:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهٗ لَيَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِيْبُوْبِهَا نَفْسًا۔ [رواہ الترمذی وابن ماجہ]

"سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ذی الحجہ کی دسویں تاریخ یعنی عید الاضحیٰ کے دن فرزند آدم کا کوئی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے، پس اے خدا کے بندوں دل کی پوری خوشی سے قربانیاں کیا کرو۔"

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَاهٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ سُنَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا

فِيهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ ، قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ۔ [رواه احمد وابن ماجة]

"سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحابؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ان قربانیوں کی کیا حقیقت اور تاریخ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے (روحانی اور نسلی) مورث سیدنا ابراہیم السلام کی سنت ہے (یعنی سب سے پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا حکم دیا گیا اور وہ کیا کرتے تھے، ان کی اس سنت اور قربانی کے اس عمل کی پیروی کا حکم مجھ کو اور میری امت کو بھی دیا گیا ہے) صحابہؓ نے عرض کیا: اس میں ہمارے لیے کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی: انہوں نے عرض کیا: تو کیا اون کا بھی یا وہ جانور جس کی کھال پر گائے، بیل یا بکری کی طرح کے بال نہیں ہوتے بلکہ اون ہوتا ہے، اور یقیناً ان میں سے ایک ایک جانور کی کھال پر لاکھوں یا کروڑوں بال ہوتے ہیں، تو کیا ان اون والے جانوروں کی قربانی کا ثواب بھی ہر بال کے عوض ایک نیک کی شرح سے ملے گا؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اون والے جانور کی قربانی کا اجر بھی اسی طرح اور اسی حساب سے ملے گا کہ اس کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی۔"

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ يُضَحِّيْ

[رواه الترمذی]

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ہجرت کے بعد) مدینہ طیبہ میں دس سال قیام فرمایا، اور آپ برابر (ہر سال) قربانی کیا کرتے تھے۔"

قربانی نہ کرنے پر وعید:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرِبَنَّ مُصَلَّانَا [احمد ، ابن ماجة ، ابو یعلیٰ ، حاکم]

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ پھٹکے۔"

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ

[رواہ الترمذی]

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ہجرت کے بعد) مدینہ طیبہ میں دس سال قیام فرمایا، اور آپ برابر (ہر سال) قربانی کرتے تھے۔"

قربانی اور روشن خیالی

اس دَور کے فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ یہ ہے کہ مغرب سے مرعوب ذہنی غلامی کا شکار ایک مخصوص طبقہ دین اسلام کے یقینی طور پر ثابت شدہ احکام و شعائر کو مسلمانوں کی مادی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ سمجھ کر ان میں قطع و برید اور ردوبدل کے درپے رہتا ہے اور جہاں اس سے بھی کام بنتا نہیں دیکھتا تو سرے سے انکار کر بیٹھتا ہے۔ یوں امت مسلمہ کے درد اور خیر خواہی کے پردوں میں الحاد کا بہت بڑا دروازہ کھل جاتا ہے اور جاہل عوام احکام اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

ایسے حالات میں عوام پر لازم ہے کہ وہ دینی مسائل میں اس جدید تعلیم یافتہ مغرب زدہ طبقہ، جو سرے سے دین کے مبادیات سے ہی جاہل ہے، کی بے سروپا باتوں پر کان دھرنے کی بجائے مستند علماء سے مضبوط تعلق قائم کریں اور احکام اسلام کے بارے میں ان سے رہنمائی حاصل کریں کہ یہ انہی کا منصب ہے۔

ایسے مسلمان کا مطمع نظر بہر کیف احکام الٰہیہ کی بجاآوری ہے، خواہ کسی حکم کی علت اس کی عقل کی ڈبیا میں آئے یا نہ آئے۔ بس اتنا کافی ہے کہ وہ حکم اور عمل قابل قبول دلیل یعنی دلیل شرعی سے ثابت ہو۔

قربانی ایک مستقل واجب عبادت بلکہ شعائر اسلام میں سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کے دس سالہ قیام میں ہر سال قربانی فرمائی۔ حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ و تبع تابعینؒ اور آئمہ

مجتہدینؒ واسلاف رحمہم اللہ غرض پوری امت کا متوارث و مسلسل عمل بھی قربانی کرنے کا ہے۔آج تک ان میں سے کسی نے نہ اسے حج اور مکہ معظمہ کے ساتھ خاص سمجھا ہے اور نہ صدقہ و خیرات کو اس کے قائم مقام سمجھا ہے۔قربانی کے بارے میں جتنی آیات واحادیث ہیں وہ سب جانوروں کا خون بہانے سے متعلق ہیں، نہ کہ صدقہ و خیرات سے متعلق۔ نیز ان میں حج اور مکہ معظمہ کی کوئی تخصیص نہیں، بطورِ نمونہ چند آیات واحادیث ملاحظہ ہوں:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ [حج:۳۴]

ترجمہ: ہم نے (جتنے اہل شرائع گزرے ہیں ان میں سے) ہر امت میں قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطاء فرمائے۔

امام ابن کثیر وامام رازیؒ وغیرہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں تصریح فرمائی ہے کہ خون بہا کر جانوروں کی قربانی کا دستور شروع دن سے ہی تمام ادیان ومذاہب میں چلا آرہا ہے۔

[تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۲۲۷، تفسیر کبیر: ۳/ ۳۴]

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ۔ [حج:۶۷]

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لیے ذبح کرنے کا طریقہ مقرر کیا ہے کہ وہ اس طریقہ پر ذبح کرتے تھے۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ [کوثر: ۲]

ترجمہ: سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور (اسی کے نام کی) قربانی کیجیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔ [احمد، ابن ماجۃ، ابو یعلیٰ، حاکم]

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ پھٹکے۔“

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ يُضَحِّي۔ [رواہ الترمذی]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ہجرت کے بعد) مدینہ طیبہ میں دس سال قیام فرمایا، اور آپ برابر (ہر سال) قربانی کرتے تھے۔"

ان آیات وآحادیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

☆ صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے اور استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والے پر رسول اللہ ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا حتیٰ کہ اس کا عید گاہ کے قریب آنا بھی پسند نہ فرمایا۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے ۱۰ سال میں ہر سال قربانی فرمائی، حالانکہ حج آپ ﷺ نے صرف آخری سال فرمایا۔ معلوم ہوا کہ قربانی، حج کے ساتھ خاص نہیں ہے اور نہ مکہ معظمہ کے ساتھ، ورنہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں ۹ سال قربانی کیوں فرماتے؟

☆ قربانی سے مقصد محض ناداروں کی مدد نہیں جو صدقہ و خیرات سے پوری ہو جائے، بلکہ قربانی میں مقصود جانور کا خون بہانا ہے۔ یہ عبادت اسی خاص طریقہ سے ادا ہو گی، محض صدقہ و خیرات کرنے سے نہ تو یہ عبادت ادا ہو گی، نہ اس کے مطلوبہ فوائد و ثمرات حاصل ہوں گے۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں غربت وافلاس دور حاضر کی نسبت زیادہ تھا۔ اگر جانور ذبح کرنا مستقل عبادت نہ ہوتی تو وہ حضرات جانور ذبح کرنے کی بجائے ناداروں کے لیے چندہ جمع کرتے یا اتنی رقم رفاہ عامہ کے کاموں میں صرف فرماتے۔ قربانی کی بجائے صدقہ و خیرات کا مشورہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی نادان یہ مشورہ دے کہ آج سے نماز، روزہ کی بجائے اتنا صدقہ کر دیا جائے، ظاہر ہے کہ اس سے نماز، روزہ کی عبادت ہرگز ادا نہ ہو گی سو اسی طرح صدقہ و خیرات سے قربانی کی مستقل عبادت بھی ادا نہ ہو گی۔

ابتداء میں جیسا کہ مذکور ہو چکا کہ درحقیقت قربانی حضرت ابراہیمؑ کے اس عظیم الشان عمل کی یادگار ہے جس میں انہوں نے حکم الٰہی کی تعمیل میں اپنے لختِ جگر کو ذبح کرنے کے لیے لٹا دیا تھا اور

ہونہار فرزند حضرت اسماعیلؑ نے بھی بلا چوں وچرا حکمِ الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر کے ذبح ہونے کے لیے اپنی گردن پیش کر دی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرما کر ان کی جگہ دنبے کو فدیہ بنا دیا تھا، تو آج اس طریقے پر ذبح کر کے ہی عمل ہو سکتا ہے۔ محض صدقہ و خیرات سے اس عمل کی یاد تازہ نہیں ہو سکتی۔

نیز حافظ ابن کثیر و امام رازی رحمہا اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام عطاء، امام مجاہد، امام عکرمہ، امام حسن بصری، امام قتادہ، امام محمد بن کعب قرظی، امام ضحاک رحمہم اللہ وغیرہم کا قول نقل کیا ہے کہ مشرکین عرب غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا کرتے تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ اپنے رب کے نام پر جانور ذبح کریں۔

[تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۷۲۴]

اس بناء پر جانور ذبح کر کے ہی اس حکم الٰہی کو پورا کیا جا سکتا ہے، صدقہ و خیرات اس کا بدل ہر گز نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ اس دینِ حق کی حفاظت فرمائے اور مسلمانوں کو مستند علماء کرام سے ہی دین حق کی رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(واللہ العاصم من جمیع الفتین وھو الموفق لما یحب و یرضیٰ)

قربانی سے کیا سبق حاصل کیا جائے؟

☆ قربانی حضرت ابراہم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جس عظیم الشان عمل کی یادگار ہے، اس کا دل و دماغ میں استحضار کیا جائے اور اس حقیقت کو سوچا جائے کہ یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضا جوئی کے لیے تھا۔ اور یہ جذبہ ہونا چاہیے کہ اگر بیٹے ہی کو ذبح کرنے کا حکم باقی رہتا تو ہم بخوشی اس کی تعمیل کرتے۔ ہر والد کا جذبہ یہ ہو کہ میں ضرور اپنے لخت جگر کو قربان کرتا اور ہر بیٹے کا جذبہ یہ ہو کہ میں قربان ہونے کے لیے بدل و جان راضی ہوتا اور یہ عزم ہونا چاہیے کہ اگر یہ حکم آج نازل ہو جائے تو ہم اس میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کریں گے۔

☆ قربانی کی اصل روح اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنی تمام

نفسانی خواہشات کو قربان کردے۔ جانور ذبح کر کے قربانی دینے کے حکم میں یہی حکمت پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں تمام خواہشات نفسانیہ کو ایک ایک کر کے ذبح کرو۔ اگر کوئی شخص جانور کی قربانی تو بڑے شوق سے کرتا ہے، مگر خواہش نفس اور گناہوں کو نہیں چھوڑتا، نہ ہی اس کی فکر ہے تو اگرچہ واجب تو اس کے ذمہ سے ساقط ہو گیا، مگر قربانی کی حقیقی روح سے محروم رہا۔ اس لیے قربانی کی ظاہری صورت کے ساتھ ساتھ اس کی حقیقت و مقصود کو حاصل کرنے کا عزم، کوشش اور دُعا بھی جاری رہنا چاہیے۔

☆ حضرت ابراہیمؑ نے صرف ایک جانور کی قربانی نہیں کی، بلکہ پوری زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزارا جو حکم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا فوراً اسکی تعمیل کی۔ جان و مال، ماں باپ، وطن و مکان، لخت جگر غرض سب کچھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان فرمایا۔ ہمیں بھی اپنے اندر یہی جذبہ پیدا کرنا چاہیے کہ دین کا جو بھی تقاضا اور جو بھی حکم سامنے آئے اس پر عمل کر گزریں گے۔ اپنے اعزہ واحباب، بیوی بچوں، ماں باپ، خاندان، قوم کسی چیز کو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں ترجیح نہیں دیں گے۔ ؎

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے — مد نظر تو مرضی جاناں چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ — کیا کیا کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

☆ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرما کر دنبے کو حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ بنا دیا اور اس بنا پر اب بیٹے کی قربانی کا حکم نہیں ہے، مگر جہاد فی سبیل اللہ میں اپنی جان اور اولاد کو قربان کرنے کا حکم تو ہمیشہ کے لیے ہے۔ جہاد تو قیامت تک جاری رہے گا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار جہاد کا حکم فرمایا اور آج یہ حکم پوری تاکید کے ساتھ امت مسلمہ کی طرف متوجہ اور مخاطب ہے۔ کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس آواز پر لبیک کہے اور دنیا بھر کی مظلوم ماؤں بہنوں کی سسکیوں پر کان دھرنے اور اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان کی بازی لگانے کی تڑپ دل میں پیدا کرے؟؟؟

شرائط وجوب قربانی:

قربانی چھ شرطوں سے واجب ہوتی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱: مسلمان ہونا، غیر مسلم پر قربانی نہیں۔

۲: مقیم ہونا، مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

۳: آزاد ہونا، غلام پر قربانی واجب نہیں۔

۴: بالغ ہونا، نابالغ پر قربانی واجب نہیں۔

۵: عاقل ہونا، مجنون پر قربانی واجب نہیں۔

۶: صاحب نصاب ہونا، مسکین پر قربانی واجب نہیں۔

مذکورہ شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں:

مذکورہ شرائط کا قربانی کے پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں، بلکہ وقت وجوب کے آخری جزء میں بھی اگر یہ شرطیں پائی گئیں تو اس پر قربانی واجب ہے۔ یعنی اگر ۱۲ ذی الحجہ کی شام کو غروب آفتاب سے ذرا پہلے کوئی کافر مسلمان ہو گیا، یا مسافر وطن پہنچ گیا، یا غلام آزاد ہو گیا، یا بچہ بالغ ہو گیا، یا فقیر صاحب نصاب بن گیا تو اس پر قربانی واجب ہو گئی، بشرطیکہ دوسری شرطیں بھی ان میں پائی جائیں۔ اس میں مرد و زن کا حکم یکساں ہے۔

آخر وقت میں کوئی شرط فوت ہو گئی:

اگر ابتداء ایام اضحیہ میں کسی پر قربانی واجب تھی، مگر آخر میں کوئی شرط فوت ہو گئی تو قربانی واجب نہیں رہی مثلاً: مالدار تنگ دست ہو گیا، یا مقیم مسافر بن گیا تو ان پر قربانی واجب نہیں رہی۔

قربانی کے ایام:

قربانی عید کے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کے طلوع فجر سے لے کر بارہویں ذی الحجہ کے غروب آفتاب یعنی مغرب کی آذان تک ہو سکتی ہے۔ ان تین دنوں میں قربانی جائز ہے تاہم پہلے دن کرنا افضل ہے۔

قربانی کا طریقہ:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِکَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ اَقْرَنَیْنِ ذَبَحَهُمَا بِیَدِهٖ وَسَمّٰی وَکَبَّرَ قَالَ رَاَیْتُهٗ وَاضِعًا قَدَمَهٗ عَلٰی صِفَاحِهِمَا وَیَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ۔ [رواہ البخاری و مسلم]

"سیدنا انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاہی وسفیدی مائل رنگ کے سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی کی، اپنے دست مبارک سے ان کو ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت "بسم اللہ واللہ اکبر" پڑھا۔ میں نے دیکھا کہ اس وقت آپ ﷺ اپنا پاؤں ان کے پہلو پر رکھے ہوئے تھے اور زبان سے "بسم اللہ واللہ اکبر" کہتے جاتے تھے۔"

عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ النَّبِیُّ ﷺ یَوْمَ الذَّبْحِ کَبْشَیْنِ اَقْرَنَیْنِ اَمْلَحَیْنِ مُوْجَئَیْنِ فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ.

[رواہ احمد و ابو داؤد و ابن ماجۃ الدارمی]

وَفِیْ رِوَایته لا حمد و ابی داؤد والترمذی ذَبَحَ بِیَدِهٖ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ۔

سیدنا جابرؓ سے روایت ہے کہ قربانی کے دن یعنی عید قربان کے دن رسول اللہ ﷺ نے سیاہی وسفیدی مائل سینگوں والے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔ جب آپ ﷺ نے ان کا رخ صحیح قبلہ کی طرف کر لیا تو یہ دعا پڑھی:

"اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ۔۔۔ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ"

"میں نے اپنا رخ اس اللہ کی طرف کر لیا جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے طریقہ ابراہیم پر ہر طرف سے یکسو ہو کر۔ اور میں شریک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، میری نماز و عبادت اور

میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک ساجھی نہیں اور مجھے اسی کا حکم ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! یہ قربانی تیری ہی طرف سے اور تیری ہی توفیق سے ہے اور تیرے ہی واسطے سے ہے، تیرے بندے محمد ﷺ کی، اس کی امت کی جانب سے بسم اللہ واللہ اکبر) یہ دعا پڑھ کر آپ ﷺ نے مینڈھے پر چھری چلائی اور اس کو ذبح کیا۔" [مسند احمد، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی] اور مسند احمد و سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کی اسی حدیث کی ایک دوسری روایت میں آخری حصہ اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے "اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ" کہنے کے بعد اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور زبان سے کہا: "بسم اللہ واللہ اکبر" (اے اللہ! یہ میری جانب سے اور میرے ان امتیوں کی جانب سے جنہوں نے قربانی نہ کی ہو)

تشریح:

قربانی کے وقت رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کرنا کہ: "میری جانب سے اور میری امت کی جانب سے، یا میرے ان امتیوں کی جانب سے جنہوں نے قربانی نہیں کی" ظاہر ہے کہ یہ امت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی انتہائی شفقت و رأفت ہے۔ لیکن ملحوظ خاطر رہے کہ اس کا مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے ساری امت کی طرف سے یا قربانی نہ کرنے والے امتیوں کی طرف سے بھی قربانی کر دی اور اب سب کی طرف سے ادا ہوگئی بلکہ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ اے اللہ! اس کے ثواب میں میرے ساتھ میرے امتیوں کو بھی شریک فرما! ثواب میں شرکت اور چیز ہے اور قربانی کا ادا ہو جانا دوسری چیز۔

قربانی کے وقت کی دعا

ذبح کرنے سے پہلے جو دعا منقول ہے وہ یہ ہے:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ۔۔۔ الخ [مسند دارمی]

"میں نے متوجہ کر لیا اپنے منہ کو اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے یکسو ہو کر اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والا بیشک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو پالنے والا ہے سارے جہان کا۔ کوئی نہیں اُس کا شریک اور یہی مجھے حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلے فرماں بردار ہوں اے اللہ تیری طرف سے اور تیرے لیے۔"

اس دعا کے بعد بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ

"اے اللہ! مجھ سے قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے حبیب سیدنا محمد ﷺ اور خلیل سیدنا ابراہیم علیہم السلام سے قبول فرمایا ہے۔"

اس دعا کا ماخذ وہ حدیث ہے جس کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ [بذل المجهود: ۴/۷۰]

"اے اللہ! محمد ﷺ و آل محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما۔"

قربانی کے مسائل واحکام

قربانی کرنے کے حوالے سے مسائل

شہر اور دیہات میں فرق:

شہر والوں کے لیے قربانی کا وقت ۱۰ ذی الحجہ کو نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور دیہات والوں کے لیے صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے۔ اختتام میں کوئی فرق نہیں، دونوں کے لیے ۱۲ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک وقت رہتا ہے۔ چنانچہ دیہات والے صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے بھی قربانی کر سکتے ہیں اور شہر والے نماز عید کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔ شہر میں کسی بھی جگہ اگر عید کی نماز نہیں ہوئی تھی اور کسی شہری نے قربانی کر دی تو قربانی نہیں ہوئی۔

مستحب وقت:

دیہات والوں کے لیے مستحب وقت یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد قربانی کریں اور شہر والوں کے لیے مستحب وقت یہ ہے کہ خطبہ عید کے بعد قربانی کریں۔ پہلا دن قربانی کے لیے سب سے افضل ہے، پھر دوسرے دن کا درجہ ہے، پھر تیسرے دن کا۔

پہلے دن نماز نہ پڑھی جاسکی:

اگر شہر میں کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھی جاسکے تو قربانی اتنی مؤخر کی جائے کہ نماز کا وقت گزر جائے یعنی زوال آفتاب تک انتظار کیا جائے۔ اگر نماز عید کسی عذر سے گیارھویں یا بارھویں کو پڑھی جائے تو قربانی نماز عید سے پہلے بھی کی جاسکتی ہے۔

کسی ایک جگہ نماز عید کا ہو جانا اضحیہ کیلیے کافی ہے:

اگر شہر میں متعدد جگہ نماز عید ہوتی ہے تو قربانی کی صحت کے لیے ایک جگہ نماز ہو جانا کافی ہے۔ ہر قربانی کرنے والے کا نماز عید پڑھ کر ہی قربانی کرنا ضروری نہیں۔ شہر میں سب سے پہلی نمازِ عید کے بعد کسی نے خود نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کر دی تو جائز ہے۔

وقت میں فرق کس لحاظ سے؟

شہر اور دیہات کے درمیان جو وقت قربانی کا فرق بن گیا، یہ فرق قربانی کے لحاظ سے ہے نہ کہ قربانی کرنے والے کے اعتبار سے۔ لہذا اگر شہری نے اپنا جانور دیہات میں بھیج دیا تو نماز عید سے پہلے بھی اسے ذبح کیا جاسکتا ہے اور اگر دیہاتی نے اپنا جانور شہر میں بھیج دیا تو اسے نماز عید سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں۔

رات میں قربانی کرنا:

دسویں اور تیرہویں رات کو قربانی کرنا جائز نہیں۔ گیارہویں اور بارہوں رات کو جائز ہے، مگر رات میں رگیں نہ کٹنے، یا ہاتھ کٹنے، یا اضحیہ کے آرام میں خلل کے اندیشہ سے ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

فقیر قربانی کے بعد مالدار ہو گیا:

اگر کسی فقیر نے قربانی کردی، پھر آخر وقت میں مالدار ہو گیا، یعنی بقدر نصاب مال اسے حاصل ہو گیا تو راجح قول کے مطابق اس پر نئے سرے سے قربانی کرنا واجب ہے۔

حاجی مسافر ہو تو قربانی واجب نہیں:

اگر کوئی شخص ۸ ذی الحجہ سے پندرہ دن قبل مکہ مکرمہ پہنچ گیا تو وہ مقیم ہے۔ اگر وہ صاحب نصاب ہے تو اس پر قربانی واجب ہے جسے وہ وہاں بھی ادا کر سکتا ہے اور اپنے وطن میں کسی کو وکیل بنا کر بھی ادا کر سکتا ہے اور اگر ۸ ذی الحجہ سے چودہ دن قبل یا اس سے بھی کم دن قبل مکہ مکرمہ پہنچا تو وہ مسافر ہے، اس پر قربانی واجب نہیں۔

واضح رہے کہ حج تمتع و قران کرنے والے پر بطور شکر الگ قربانی واجب ہوتی ہے، جس کا وہیں کرنا ضروری ہوتا ہے۔

قربانی کس پر واجب ہے:

بعض دیندار لوگ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ فرضیت زکوۃ اور وجوب قربانی کا نصاب ایک ہی ہے، اور ہم پر چونکہ زکوۃ فرض نہیں، لہذا قربانی بھی واجب نہیں ہو گی، حالانکہ دونوں کا

نصاب الگ الگ ہے۔ زکوۃ چار قسم کے اموال پر فرض ہوتی ہے:

(۱)سونا(۲) چاندی(۳) نقدی(۴) مال تجارت

ان چار قسم کے اموال کے علاوہ جانوروں میں بھی زکوۃ فرض ہے، جس کا نصاب اور تفصیل الگ ہے۔ قربانی کے نصاب میں ان اشیاء کے علاوہ ضرورت سے زائد سامان کی قیمت لگانا بھی ضروری ہے۔

یاد رکھیں ٹی وی، وی سی آر جیسی خرافات، کپڑوں کے تین جوڑوں سے زائد لباس اور وہ تمام اشیاء جو محض زیب وزینت یا نمود و نمائش کے لیے گھروں میں رکھی رہتی ہیں اور سال بھر میں ایک مرتبہ بھی استعمال نہیں ہوتیں، زائد از ضرورت ہیں اس لیے ان سب کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ جس شخص کی ملک میں ساڑھے سات تولہ =۸۷ء۴۷۹ گرام سونا یا ۵۲ تولہ =۶۱۲ء۳۵ گرام چاندی یا نقدی یا مال تجارت یا ضروت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک یا ان پانچوں کا مجموعہ یا ان میں سے بعض کا مجموعہ ساڑھے ۵۲ تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو قربانی اور صدقۃ الفطر واجب ہے اور ایسے شخص کے لیے زکوۃ یا صدقہ واجبہ لینا بھی جائز نہیں۔

ساڑھے ۵۲ تولہ یعنی ۶۱۲ء ۳۵ گرام چاندی کی قیمت صرافوں سے اس وقت کے حساب سے معلوم کی جاسکتی ہے، چونکہ سونے چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے، اس لیے کسی ایک دن کی قیمت لکھ دینا غلط فہمی کا باعث ہوگا۔

کسی کو دیا ہوا قرض بھی نقدی میں شمار ہوگا:

ایک غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ جو رقم کسی کو قرض دے رکھی ہو اسے نصاب کا حساب لگاتے وقت شامل نہیں کرتے، حالانکہ جس قرض کے واپس ملنے کی توقع ہو اسے نقدی میں شمار کیا جائے گا ، خواہ وہ نقدی کی صورت میں آپ نے کسی کو دیا ہو یا کوئی چیز فروخت کی ہو اور قیمت وصول نہ کی ہو۔

لیا ہوا قرض نکال کر نصاب کا حساب لگایا جائے:

بعض لوگ مقروض ہوتے ہیں، اس وجہ سے صاحب نصاب نہیں ہوتے مگر پھر بھی واجب سمجھ کر قربانی کرتے ہیں۔ حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر آپ مقروض ہیں تو زکوۃ کے نصاب میں چار

اور قربانی کے نصاب میں پانچ قسم کے اموال کی قیمت لگائیں، پھر اس سے قرض کو تفریق کریں، قرض نکالنے کے بعد اگر بقیہ اموال بقدر نصاب ہیں تو آپ پر زکوۃ اور قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔ قرض خواہ یا اہل حقوق کے حقوق پامال کر کے قربانی کرنا جائز نہیں۔ اگر قربانی واجب نہ ہونے کے باوجود کسی کا حق تلف کئے بغیر قربانی کرے، مقصود اللہ کی رضا ہو، نہ کہ فخر و نمود تو کوئی مضائقہ نہیں۔

مختلف ناقص نصابوں کی صورت میں زکوۃ و قربانی کے وجوب کا مسئلہ

تمہید: وہ چیزیں جن پر زکوۃ فرض ہوتی ہے وہ چھ قسم پر ہیں:

(۱) چاندی سونا اور ان کی بنی ہوئی تمام چیزیں مثلاً زیورات، برتن اور سکے وغیرہ۔

(۲) ہر قسم مال تجارت۔

(۳) نقد روپے خواہ ہر شکل میں ہو، نوٹ کی شکل میں ہو یا سیونگ سرٹیفکیٹ، بانڈ یا سرکاری سند کی شکل میں۔

(۴) زمین کی پیداوار، غلہ یا پھل یا سبزی۔

(۵) مویشی (جانور) جو تجارت یا نسل بڑھانے یا دودھ حاصل کرنے کی غرض سے رکھے گئے ہوں۔

(۶) رکاز اور معدن یعنی زمین سے ملنے والے خزانے۔

الغرض سبزیوں اور جانوروں کا نصاب تو عند الاحناف متفق علیہ ہے، سونے چاندی اور عروض (سامان) کا نصاب بھی الگ الگ متفق علیہ ہے، تاہم جب کسی کے پاس یہ تینوں اشیاء (سونا، چاندی اور سامان یا نقد رقم) مقررہ نصاب سے ناقص (کم) نصاب میں موجود ہوں تو پھر ان اشیاء کا حساب لگانے کے لیے ان مختلف ناقص نصابوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر حساب لگایا جائے گا۔ اگر وہ مجموعہ کسی ایک نصاب کو پہنچ کر اس نصاب کے برابر ہو جائے تو تب زکوۃ یا قربانی واجب ہو گی۔ اب ان مختلف ناقص دو یا زیادہ نصابوں (اشیاء) کو ملانے اور باہم برابر کرنے کا طریقہ کیا ہو گا؟ تو اس میں علماء احناف ائمہ ثلاثہ کا آپس میں اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ کا مذہب ضم

بالقیمۃ کا ہے جو کہ نسبتاً آسان طریقہ ہے۔ مثلاً کسی کے پاس دو تولہ سونا، پانچ تولہ چاندی اور کچھ نقد ہے تو ان سب کی قیمتیں ملا کر اگر چاندی کی نصاب ساڑھے باون تولہ کی قیمت تک پہنچ سکتی ہیں تو زکوۃ اور قربانی واجب ہو گی ورنہ نہیں۔ چونکہ یہ طریقہ حساب کے اعتبار سے بھی آسان ہے اور انفع للفقراء بھی ہے لہٰذا عندالاحناف عام فتوی اسی پر ہے جبکہ صاحبین کے مذہب کے مطابق مختلف ناقص نصابوں کو ضم بالاجزء کے طریقے پر ملایا جائے گا۔ مثلاً کسی کے پاس آدھا تولہ سونا موجود ہو تو اس کے پاس زکوۃ و قربانی واجب ہونے کے لیے 49 تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر رقم موجود ہونا چاہیے کیونکہ 49 تولہ چاندی کی کمی پورا کرنے اور ساڑھے باون تولہ تک نصاب پہنچنے کے لیے آدھا تولہ سونا درکار ہے۔ مزید تفصیل آگے جدول کی شکل میں موجود ہے۔

اب احناف کے عام فتاؤوں کے مطابق امام ابو حنیفہؒ کے قول ضم بالقیمۃ پر فتوی دینا ایک طرف تو انفع للفقراء ہے لیکن دوسری طرف اضر بالناس بھی ہے لہٰذا فی زمانہ اس پر فتوی دینے سے مشکلات پیدا ہوتے ہیں خصوصاوہ غریب مرد یا خواتین جن کے پاس ایک یا دو تولہ سونا اور چند روپے نقد یا کچھ چاندی موجود ہونے کی صورت میں زکوۃ اور قربانی فرض ہو گی، اس کے لیے وہ یا تو قرض لیں گے یا پھر فریضہ ادا کرنے کے لیے اسے اپنا سونا فروخت کرنا پڑے گا جبکہ قرض نہ لینے اور سونا چاندی فروخت نہ کرنے کی صورت میں پھر وہ گناہ گار ہوں گے۔ باقی امام ابو حنیفہؒ کا ضم بالقیمۃ پر فتویٰ دینے کی ایک یہ بھی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے زمانہ میں سونا چاندی دونوں مساوی طور پر ذریعہ تبادلہ تھے چنانچہ جب تک چاندی کی یہ حیثیت برقرار رہی، سونے چاندی کی قیمت میں ایک قسم کا توازن تھا اور اب یہ صورتِ حال نہیں رہی۔ اب ساڑھے سات تولہ سونا اور ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت میں غیر معمولی فرق آیا ہے اور سونے کے ایک نصاب میں چاندی کے کئی نصاب کا خرید ناممکن ہے۔ اگر سونا چاندی کی قیمت میں وہی مساوی تناسب ہوتا تو پھر امام صاحبؒ کا مذہب عین انصاف ہے جو کہ انفع للفقراء ہے، لیکن موجودہ دور میں دونوں (سونا چاندی) میں غیر معمولی تفاوت کی بدولت صاحبین کے قول پر عمل کرنے میں بڑی

حد تک آسانی پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ مذکورہ بالا مذہب اگرچہ صاحبین کا ہے تاہم امام صاحب سے بھی ایک قول اسی مذہب کے مطابق منقول ہے۔

- چنانچہ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں: ثم اختلفوا فی کیفیة الضم فقال ابو حنیفة یضم احدهما الی الآخر باعتبار القیمة وقال ابو یوسف و محمد باعتبار الاجزاء وهو احدی الروایتین عن ابی حنیفة۔

[مبسوط سرخسی، باب زکوۃ المال، ۲/ ۲۵۹]

- اس کے علاوہ علامہ مرغینانی فرماتے ہیں: ثم یضم بالقیمة عند ابی حنیفة وعندهما بالاجزاء وهو روایة عنه۔

[الهدایة، فصل فی العروض، ۲/ ۴۲ مکتبة البشری]

آج کل کے بعض معاصرین علماء جن کو ان مشکلات کا ادراک ہوا اور باریک بینی سے اس مسئلہ کو پرکھا تو انہوں نے بھی صاحبین کے مذہب پر فتوی دینے کی ضرورت محسوس کی اور اسی کو اختیار کیا۔

- چنانچہ مفتی عبد القادر نعمانی صاحب مفتی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں: افتی الفقهاء علی قول ابی حنیفة لأن قوله احوط۔۔۔۔وان قولهما ارفق بالناس فینبغی ان یفتی بقولهما فی هذا الزمان وخصوصا فی مسئلة الاضحیة ترفقا بالنساء لأن اکثر النساء یوجد معهن شیئ من الذهب وهو یساوی نصاب الفضة باعتبار القیمة وهن لا یستعدن لبیع الذهب ولشراء الاضحیة واذا کان الانضمام بالاجزاء فحینئذ یکون الحکم أسهل علیهن۔

[القول الراجح، ۱/ ۱۷۴]

- حضرت مفتی غلام الرحمان صاحب مہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور لکھتے ہیں: اس حوالے سے اگر علماء کرام امام ابو حنیفہ کے قول کی بجائے صاحبین کی رائے پر نظر رکھیں تو شاید اس سے

مشکلات میں کچھ کمی محسوس ہو۔۔۔۔ مبسوط سرخسی اور ہدایہ وغیرہ میں امام ابو حنیفہؒ سے بھی اس قسم کا ایک قول مروی ہے۔۔۔۔اس لیے اپنے مذہب میں سے کسی مجتہد کے قول پر عمل کرنے میں زیادہ سہولت ہے۔[فتاوی عثمانیہ، ۳/ ۳۱۱]

- مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں: مگر موجودہ حالات میں جب کہ ان دونوں کی قدر میں نمایاں فرق پیدا ہو گیا ہے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ............ صاحبین کی رائے اختیار کی جائے کہ سونے اور چاندی کے نصاب کا انضمام اجزاء کے لحاظ سے ہو نہ کہ قیمت کے اعتبار سے۔[جدید فقہی مسائل، ۲/ ۱۰۳]

چونکہ صاحبین کا مذہب ضم بالاجزاء کا ہے جو کہ حساب کے اعتبار سے سمجھنے میں قدرے مشکل ہے لہٰذا آسانی کے خاطر اس کو تفصیلا بیان کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے یہ بات سمجھنے کی ہے کہ صورتِ مسئلہ میں ہمارے ساتھ دو نصاب ہیں،(۱) سونا (۲) چاندی، جبکہ عروض (سامان وغیرہ) یا نقد رقم کے لیے ہم سونا یا چاندی میں سے ایک نصاب مقرر کریں گے چونکہ سونے اور چاندی میں چاندی کی قیمت انتہائی کم ہے لہٰذا اسی کو نصاب مقرر کیا جائے گا کیونکہ یہ **انفع للفقراء** ہے۔

سونے کی وہ مقدار جس پر زکوۃ و قربانی واجب ہوتی ہے بیس دینار (مثقال) ہے جس کی مقدار موجودہ وزن کے مطابق ساڑھے سات تولہ سونا بنتی ہے اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے جس کی مقدار آج کل کے حساب سے ساڑھے باون تولہ چاندی بنتی ہے۔

مذکورہ بالا تمہیدات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر کسی کے پاس کئی ناقص نصاب ہوں مثلا سونا، چاندی، سامان یا نقدی تو ان سب کو چاندی کے نصاب یا اس کے رقم پر لوٹائیں گے۔اس کا طریقہ نیچے آرہا ہے۔

آج بتاریخ 09 اگست 2017ء فی تولہ چاندی کی قیمت: 800 روپے
اس حساب سے ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت: 42000 روپے
پس معلوم ہوا کہ ہمارے پاس قربانی یا زکوۃ کا نصاب بحساب چاندی: 42000 روپے ہیں۔

اب اگر کسی کے پاس کچھ سونا اور کچھ نقدی یا سامان یا چاندی ہے تو اس کو کیسے ملائیں گے؟ اس کا طریقہ صاحبین کے قول (ضم بالا جزاء) کے مطابق یہ ہے کہ ہم سونا سے چاندی بنائیں گے کیونکہ شریعت کی رو سے بیس دینار (ساڑھے سات تولہ) سونا اور دو سو درہم (ساڑھے باون تولہ) چاندی کے برابر ہیں۔ لہٰذا جب ساڑھے سات تولہ سونا ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہوا تو ایک تولہ سونا سات تولہ چاندی کے برابر ہو گیا۔ یعنی اگر کسی کے پاس ایک تولہ سونا ہے اور اس کو ہم چاندی میں تبدیل (Convert) کریں تو سات تولہ چاندی بن جائے گا۔ اب نصاب پورا کرنے کے لیے ہمارے پاس باقی چاندی، سامان یا نقدی اتنی ہونی چاہیے کہ ساڑھے پینتالیس تولہ چاندی کی رقم تک پہنچ جائے تاکہ ساڑھے باون تولہ چاندی کا نصاب پورا ہو جائے۔ آج بتاریخ 09 اگست 2017ء ساڑھے پینتالیس تولہ چاندی کی قیمت 36400 روپے ہے لہٰذا ایک تولہ سونا پاس ہونے کی صورت میں اس شخص کے پاس مزید 36400 روپے ہونا ضروری ہے۔ اس کے لیے یہ مندرجہ ذیل جدول مد نظر رکھنا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ کتنے تولہ سونا کے ساتھ کتنی رقم درکار ہے تاکہ نصاب پورا ہو سکے اور زکوۃ و قربانی واجب ہو۔ واللہ اعلم بالصواب وعلیہ الاعتماد۔

جدول

کسی کے پاس موجود سونا	مطلوب چاندی برائے تکمیل نصاب	مطلوب رقم (مطلوب چاندی کی قیمت)
0.5 (آدھا) تولہ سونا = (3.5 تولہ چاندی)	49 تولہ چاندی	39200 = 800 x 49 روپے
1 تولہ سونا = (7 تولہ چاندی)	45.5 تولہ چاندی	36400 = 800 x 45.5 روپے
1.5 تولہ سونا = (10.5 تولہ چاندی)	42 تولہ چاندی	33600 = 800 x 42 روپے
2 تولہ سونا = (14 تولہ چاندی)	38.5 تولہ چاندی	30800 = 800 x 38.5 روپے
2.5 تولہ سونا = (17.5 تولہ چاندی)	35 تولہ چاندی	28000 = 800 x 35 روپے
3 تولہ سونا = (21 تولہ چاندی)	31.5 تولہ چاندی	25200 = 800 x 31.5 روپے
3.5 تولہ سونا = (24.5 تولہ چاندی)	28 تولہ چاندی	22400 = 800 x 28 روپے
4 تولہ سونا = (28 تولہ چاندی)	24.5 تولہ چاندی	19600 = 800 x 24.5 روپے
4.5 تولہ سونا = (31.5 تولہ چاندی)	21 تولہ چاندی	16800 = 800 x 21 روپے

5تولہ سونا=(35تولہ چاندی)	17.5تولہ چاندی	14000 = 800 x 17.5روپے
5.5تولہ سونا=(38.5تولہ چاندی)	14تولہ چاندی	11200 = 800 x 14روپے
6تولہ سونا=(42تولہ چاندی)	10.5تولہ چاندی	8400 = 800 x 10.5روپے
6.5تولہ سونا=(45.5تولہ چاندی)	7تولہ چاندی	5600 = 800 x 7روپے
7تولہ سونا=(49تولہ چاندی)	3.5تولہ چاندی	2800 = 800 x 3.5روپے

گھر کے سربراہ کی قربانی دوسروں کی طرف سے کافی نہیں:

عموماً یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ گھر کا سربراہ قربانی کرلے تو اسے سب افراد خانہ کی طرف سے کافی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ سربراہ کے علاوہ گھر کا کوئی اور فرد یا افراد نصاب کے مالک ہوں تو ان پر الگ سے قربانی واجب ہے۔ اس صورت میں گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کو کافی سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے سربراہ کی نماز کو سب افراد خانہ کی طرف سے کافی سمجھا جائے۔

ہاں اگر اولاد اپنی سب کمائی والد کو دے دیتی ہے اور اولاد کی ملکیت میں اور کوئی مال زکوۃ اور ضرورت سے زیادہ سامان بقدر نصاب بھی نہیں تو زکوۃ اور قربانی صرف والد ہی پر فرض ہے، اولاد پر نہیں۔

قربانی کے لیے مال پر سال گزرنا ضروری نہیں:

وجوب قربانی کے لیے مال پر سال گزرنا ضروری نہیں، بلکہ قربانی کے دنوں میں بقدر نصاب مال کا مالک ہونا ضرری ہے۔ حتیٰ کہ ۱۲ ذی الحجہ کی شام میں غروب آفتاب سے ذرا پہلے کہیں سے بقدر نصاب مال آگیا، مثلاً ہدیہ میں مال آیا تو قربانی واجب ہوگئی۔ اگر غروب سے پہلے وقت کم ہونے کی وجہ سے قربانی کرنا ممکن نہ ہو یا کسی نے غفلت کی اور آفتاب غروب ہوگیا تو ایک بھیڑ یا بکری یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر صدقہ کرنا واجب ہے۔

قربانی کے حوالے سے چند غلطیوں کی اصلاح

شرکاء میں سے ہر ایک کو صحیح العقیدہ مسلمان ہونا ضروری ہے:

شرکاء میں سے ہر شریک کا صحیح العقیدہ مسلمان ہونا صحت اضحیہ کے لیے شرط ہے۔ اگر کوئی ایک شریک بھی ایسا ہو جس کا عقیدہ صحیح نہ ہو تو کسی شریک کی بھی قربانی صحیح نہ ہو گی، اس لیے اچھی طرح اطمینان کر لینا چاہیے کہ ہر شریک صحیح العقیدہ مسلمان ہے۔

صحیح العقیدہ مسلمان: جو تمام ضروریات دین پر ایمان واعتقاد رکھتا ہو،

ضروریات دین: جن کا ثبوت قطعی ویقینی ہو اور ان کا دین ہونا مشہور و معروف ہو،

اس لیے دین کے کسی بھی امر قطعی وبدیہی کے منکر کے ساتھ قربانی نہ کی جائے مثلاً

۱۔ عقیدہ ختم نبوت کے منکرین۔

۲۔ منکرین حدیث

۳۔ وہ شخص جو قرآن مجید میں تحریف کا قائل ہو یا اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ پر تہمت لگاتا ہو یا حضرات شیخین حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نعوذ باللہ مرتد کہتا ہو۔

۴: مشرک یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات یا کسی صفت میں مخلوق کو شریک ٹھہرانے والا مثلا غیر اللہ کو مختار کل یا نفع و نقصان کا مالک یا عالم الغیب سمجھنے والا۔

مندرجہ بالا عقائد رکھنے والوں کا ذبیحہ بھی حرام ہے، ان سے ذبح نہ کرائے ورنہ قربانی نہیں ہو گی۔

قربانی کے لیے ثواب کی نیت ضروری ہے:

سب شرکاء کا نیت ثواب قربانی کرنا ضروری ہے اگر کسی ایک شریک کی نیت ثواب کے لیے قربانی کی نہ ہو، بلکہ محض گوشت کھانے کی نیت ہو تو کسی شریک کی بھی قربانی درست نہیں ہو گی۔

دیوار پر قربانی کا خون لگانا:

آج کل یہ رسم نکلا ہے کہ قربانی کر کے لوگ اس کے خون کو گھر کی دیوار پر لگاتے ہیں اور اسے باعث برکت سمجھتے ہیں۔ سو یہ ناجائز ہے، بہتا ہوا خون نجس ہے اس لیے اس سے خود کو اور اپنے ماحول کو صاف رکھنا چاہیے۔

گھر کے دروازے پر سینگ لٹکانا:

بعض لوگ قربانی کر کے جانور کا سینگ گھر کے دروازے یا دیوار پر لگاتے ہیں اور اس کو بعض مضرات کے لیے دافع سمجھتے ہیں۔ اس کی بھی اصل اور حقیقت اسلام میں نہیں ہے سو اس سے بچنا چاہیے۔

حرام آمدن والوں کو شریک کرنا:

عموماً اس کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ سب شرکاء حلال آمدن سے قربانی کرنے والے ہوں، جانچ پڑتال کے بغیر ہر ایک کو شریک کر لیا جاتا ہے، اس سے بعض اوقات سب کی قربانی ضائع ہو جاتی ہے۔ بینک، انشورنس کمپنی کا ملازم یا کوئی اور حرام آمدن والا اگر حرام آمدن سے رقم دے کر قربانی میں شریک ہوا تو شرکاء میں سے کسی کی بھی قربانی درست نہیں ہوئی، کیونکہ تمام شرکاء کا بنیت قرب قربانی کرنا ضروری ہے اور حرام مال سے قربت یعنی ثواب کی نیت کرنا جائز نہیں، بلکہ اس سے کفر کا اندیشہ ہے۔

مذکورہ بالا مسائل سے کسی کو یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے غلط عقیدہ، غلط نیت اور حرام آمدن سے سب کے حصے کیسے خراب ہو گئے اور سب کی قربانی کیوں ضائع ہو گئی؟ جواب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ قربانی میں تجزی و تقسیم نہیں ہو سکتی کہ چھ حصوں کو درست اور ایک حصہ کو غلط کہا جائے۔ جیسے اگر کسی نے نماز کی چوتھی رکعت میں کسی ایسے امر کا ارتکاب کیا جو مفسد صلوٰۃ (نماز کو توڑنے والا) ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ چونکہ مفسد چوتھی رکعت میں پایا گیا ہے اس لیے صرف چوتھی رکعت فاسد ہوئی، بلکہ پوری نماز پر فساد کا حکم جاری ہو گا۔

قربانی تک بھوکا پیاسا رہ کر اس کو روزہ سمجھنا:

عوام قربانی تک بھوکا پیاسا رہنے کو روزہ یا آدھا روزہ کا نام دیتے ہیں، یہ جہالت کی بات ہے۔ روزہ تو پورے دن کا ہوتا ہے اور عید کے دن تو ویسے ہی روزہ رکھنا حرام ہے۔ البتہ قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کرنا مستحب ہے، مگر یہ روزہ نہیں، نہ اس میں روزہ کا ثواب ہے، نہ روزہ کی نیت ہے اور نہ ہی یہ حکم فرض یا واجب ہے، صرف مستحب ہے اور صرف دسویں تاریخ کے ساتھ مختص ہے۔ لہذا اگر کسی علاقے میں عوام اسے روزہ سمجھتے ہیں تو اہل علم کو قربانی سے پہلے کچھ کھانا چاہیے تاکہ عوام کی اصلاح ہو۔

قربانی کے جانوروں کی عمریں:

☆ بکرا، بکری پورے ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔ اس سے ایک دن بھی کم نہ ہو، ورنہ قربانی ادا نہ ہو گی۔

☆ اگر بکری کا بچہ ۶ یا ۷ یا ۸ یا ۹ ذی الحجہ کو پیدا ہوا تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قاعدہ کے مطابق وہ دوسرے سال کی قربانی میں نہیں لگ سکتا، کیونکہ ۱۲ ماہ ۳۰، ۳۰ دن کے لیے جائیں تو پورے سال کا نہیں ہوا، اس لیے اس کی قربانی جائز نہ ہو گی۔

☆ اگر یکم ذی الحجہ کو پیدا ہوا تو اُس کی قربانی بیشک درست ہے، اور بہتر ہے کہ دو سال کا ہو، تاکہ اختلاف سے نکل جائے۔

☆ اونٹ اونٹنی پورے پانچ سال کے ہوں، ایک دن بھی کم نہ ہو ورنہ قربانی ادا نہ ہو گی، اور زیادہ کا ہو تو بہتر ہے۔

☆ گائے، بیل، بھینس، بھینسا پورے دو سال کے ہوں، ایک دن بھی کم نہ ہو، ورنہ قربانی ادا نہ ہو گی اور زیادہ کا ہو تو بہتر ہے۔

☆ بھیڑ اور دُنبی نر و مادہ کم از کم چھ ماہ کے ہوں اور وہ اس صورت میں جبکہ سال تک کی عمر بھیڑوں کے برابر اس کی صحت معلوم ہو۔

جانوروں میں عیوب کا بیان

جن عیب دار جانوروں کی قربانی جائز نہیں :

۱۔ جس کا ایک یا دونوں سینگ جڑ سے اکھڑ گئے ہوں۔

۲۔ جس بھیڑ، بکری کی پیدائشی طور پر دم نہ ہو۔

۳۔ اندھا جانور

۴۔ ایسا کانا جانور جس کا کانا پن واضح نظر آتا ہو۔

۵۔ اس قدر لنگڑا جو چل کر قربان گاہ تک نہ پہنچ سکتا ہو، یعنی چلنے میں لنگڑا پاؤں زمین پر نہ ٹیکتا ہو۔

۶۔ ایسا بیمار جس کی بیماری بالکل ظاہر ہو۔

۷۔ جس کے پیدائشی طور پر دونوں یا ایک کان نہ ہو۔

۸۔ جس کی چکتی، دم، کان یا ایک آنکھ کی بینائی کا نصف یا اس سے زیادہ حصہ جاتا رہا ہو۔

۹۔ جس کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر گر جانے یا گھس جانے کی وجہ سے چارہ نہ کھا سکتا ہو۔

۱۰۔ جسے مرض جنون اس حد تک لاحق ہو گیا ہو کہ چارہ بھی نہ کھا سکے۔

۱۱۔ ایسا خارشی جانور جو بہت دبلا اور کمزور ہو۔

۱۲۔ جس کی ناک کاٹ دی گئی ہو۔

۱۳۔ جس کے تھن کاٹ دیے گئے ہوں۔

۱۴۔ جس کے تھن اتنے خشک ہو گئے ہوں کہ ان میں دودھ نہ اُترے۔

۱۵۔ جس گائے کے دو تھن کاٹ دیے گئے ہوں۔

۱۶۔ جس بھیڑ بکری کے ایک تھن کی گھنڈی (سر) جاتی رہی ہو۔

۱۷۔ جس اونٹنی یا گائے کے دو تھنوں کی تھنڈیاں جاتی رہی ہوں۔

۱۸۔ جس گائے کی پوری یا تہائی سے زیادہ زبان کاٹ دی گئی ہو۔

۱۹۔ جلالہ یعنی جس جانور کی غذا صرف نجاست اور گندگی ہو

۲۰۔ ایسا لاغر اور دبلا جانور جس کی ہڈیوں میں گودانہ رہا ہو۔

۲۱۔ جس کا ایک پاؤں کٹ گیا ہو۔

۲۲۔ خنثیٰ جانور جس میں نر ومادہ دونوں کی علامات ہوں۔

ان اعضاء کا کتنا حصہ جاتا رہا تو قربانی جائز نہیں؟

اس کے بارے میں امام اعظم ابو حنیفہؒ سے چار روایات ہیں:

(۱) چوتھائی (۲) تہائی (۳) تہائی سے زیادہ (۴) نصف

بعض اکابرین نے تہائی والی اور بعض نے تہائی سے زائد والی روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے، مگر علامہ شامیؒ نے اسی چوتھی روایت کو ترجیح دی ہے اور صاحبین رحمہا اللہ کا قول بھی اسی کے مطابق ہے اور امام اعظمؒ کے اسی کی طرف رجوع کا قول بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وفی البزازیة وظاهر مذهبهما ان النصف كثير الخ وفی غاية البيان ووجه الرواية الرابعة وهی قولهما واليها رجع الامام ان الكثير من كل شيء اكثره وفی النصف تعارض الجانبان الخ ای فقال بعدم الجواز احتياطا بدائع وبه ظهران مافی المتن كالهداية والكنز والملتقی هوالرابعة وعليها الفتویٰ كما يذكره الشارح عن المجتبی وكانهم اختاروها لا ن المتبادر من قول الامام السابق هوالرجوع عما هو ظاهر الرواية عنه الی قولهما۔ والله تعالیٰ اعلم [ردالمختار:۹/۵۳۶]

جن جانوروں کی قربانی جائز، مگر خلاف اولیٰ ہے:

۱۔ جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں

۲۔ جس کے سینگ ٹوٹ گئے ہوں، مگر ٹوٹنے کا اثر جڑ تک نہ پہنچا ہو۔

۳۔ اتنا بوڑھا جو جفتی پر قادر نہ ہو۔

۴۔ ایسی گائے وغیرہ جو بڑھاپے کے سبب بچے جننے سے عاجز ہو۔

۵۔ حاملہ یا بچے والی اونٹنی، گائے یا بکری۔
۶۔ جس کے تھنوں میں بغیر کسی بیماری کے بغیر بھی دودھ نہ اُترتا ہو۔
۷۔ جسے کھانسی ہو۔
۸۔ جسے داغا گیا ہو۔
۹۔ وہ بھیڑ بکری جس کی دم پیدائشی طور پر بہت چھوٹی ہو۔
۱۰۔ ایسا کانا جانور جس کا کانا پن پوری طرح واضح نہ ہو
۱۱۔ ایسا لنگڑا جانور جو چلنے پر قادر ہو یعنی چوتھا پاؤں بھی زمین پر رکھتا ہو اور چلنے میں اس سے مدد لیتا ہو۔
۱۲۔ بیمار جس کی بیماری زیادہ ظاہر نہ ہو۔
۱۳۔ جس کے کان، چکتی، دم یا بینائی کا نصف سے کم حصہ جاتا رہا ہو۔
۱۴۔ جس کے کچھ دانت نہ ہوں، مگر وہ چارہ کھا سکتا ہو۔
۱۵۔ مجنون جانور جس کا جنون اس حد تک نہ پہنچا ہو کہ چارہ نہ کھا سکے۔
۱۶۔ خارشی جو فربہ یعنی موٹا تازہ ہو۔
۱۷۔ جس کا کان چیر دیا گیا ہو یا کاٹ دیا گیا ہو، مگر نصف سے کم۔ اگر دونوں کانوں کا کچھ حصہ کاٹ دیا گیا ہو اور دونوں کے کٹے ہوئے اجزاء کا مجموعہ نصف کے برابر ہو جائے تو احتیاطاً اس کی قربانی نہ کی جائے، اگر کسی نے کر دی تو ہو جائے گی۔
۱۸۔ بھینگا
۱۹۔ بھیڑ یا دنبہ جس کی اون کاٹ دی گئی ہو۔
۲۰۔ بکری جس کی زبان کٹ گئی ہو، بشرطیکہ چارہ آسانی کھا سکتی ہو۔
۲۱۔ ایسا دبلا جانور جو بہت لاغر اور کمزور نہ ہو۔
۲۲۔ جلالہ اونٹ، جسے چالیس دن باندھ کر چارہ کھلایا جائے

مذکورہ بالا جانوروں کی قربانی جائز ہے، مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور تمام عیوب سے پاک ہو۔

قربانی کے جانوروں کے عیوب

اعضاء	وہ عیوب جن کی وجہ سے قربانی جائز نہیں	وہ عیوب جن کے ساتھ قربانی جائز ہے
سینگ	☆سینگ جڑ سے ٹوٹ گیا ہو کہ اندر کا سر کا گودا یا ہڈی ظاہر ہوئی ہو۔	☆ محض خول اتر جائے۔ ☆ ایک یا دونوں سینگ کٹے ہو یا ٹوٹ گئے ہو لیکن جڑ سالم ہو۔ ☆پیدائشی سینگ نہ ہو۔ ☆کرنٹ یا کیمیکل لگایا ہو جس کی وجہ سے سینگ نہ نکلتے ہو۔
کان	☆دونوں یا ایک کان تہائی سے زیادہ مقدار میں کٹا ہو۔ ☆پیدائشی دونوں یا ایک کان نہ ہو۔	☆ایک تہائی یا اس سے کم مقدار میں دونوں یا ایک کان کٹا ہو۔ ☆کان آگے یا پیچھے سے کٹا مگر لٹکتا ہو۔ ☆کان موجود ہو لیکن لمبائی میں چیر کر دو حصے کیے گئے ہو۔ ☆کانوں میں سوراخ کیے گئے ہو۔ ☆پیدائشی کان چھوٹے ہوں۔
ناک	☆ناک تہائی سے زیادہ کٹ گئی ہو۔	☆تہائی یا اس سے کم مقدار میں کٹی ہو۔ ☆ناک میں سوراخ کر کے نکیل ڈالا گیا ہو۔ ☆زکام اور کھانسی ہو۔
دانت	☆پیدائشی بالکل دانت نہ ہو یا اکثر دانت گر گئے ہوں کہ چر نہ سکے۔	☆کچھ دانت گرے ہوں لیکن زیادہ باقی ہوں اور چر سکتا ہو۔
زبان	☆تہائی سے زیادہ زبان کٹ گئی ہو۔	☆تہائی یا اس سے کم مقدار میں کٹی ہو۔
آنکھ	☆ایک تہائی سے زیادہ بینائی جاتی رہی ہو۔ ☆جو جانور بالکل اندھا ہو، یا ایک آنکھ کی بینائی نہ ہو۔	☆ایک تہائی یا اِس سے کم بینائی جاتی رہی ہو۔ ☆آنکھ بھینگی ہو۔

پاؤں	☆ایک پاؤں کٹا ہو یا اتنا لنگڑا ہو کہ چلتے ہوئے اُسے زمین پر رکھ کر اُس کا سہارا نہ لے سکے بلکہ اُسے گھسیٹے یا اُٹھا کر تین پاؤں سے چلے۔	☆پاؤں میں چوٹ ہو لیکن اُس کو زمین پر رکھ کر اُس کا سہارا لیتا ہو۔
تھن	☆بھیڑ، بکری کا ایک تھن اور اونٹنی، گائے، بھینس کے دو یا زائد تھن خشک ہوئے ہوں یا کٹ گئے ہوں یا پیدائشی نہ ہوں۔ ☆تھنوں کے سرے کٹ گئے ہوں کہ بچہ اُس سے منہ لگا کر دودھ نہ پی سکے۔	☆اونٹنی، گائے، بھینس کا ایک تھن کٹا یا خشک ہوا ہو۔
دُم/چکتی	☆دُم/چکتی ایک تہائی سے زیادہ مقدار میں کٹی ہو۔ ☆پیدائشی دُم/چکتی نہ ہو۔	☆ایک تہائی یا اس سے کم مقدار میں کٹی ہو۔ ☆بکری کے دنبے جیسی چکتی ہو۔
آلہ تناسل		☆آلہ تناسل کٹ گیا ہو اور جماع سے عاجز ہو۔
خصیتین		☆خصی (جس جانور کے خصیے کاٹ دیے گیے ہوں) یا موجوء (جس کے خصے کچل کر بیکار کر دیے گئے ہوں)
چمڑہ	☆خارش زدہ ہو یا زخم میں کیڑے ہوئے ہوں اور اس کی وجہ سے اتنا کمزور ہوا ہو کہ ہڈیوں میں مغز نہ رہے۔	☆خارش زدہ ہو یا زخم میں کیڑے ہوئے ہوں مگر اس کی وجہ سے اتنا کمزور نہیں ہوا کہ ہڈیوں میں مغز نہ رہے۔ ☆چمڑے میں رسولی ہو۔ ☆جوتنے یا مارنے کی وجہ سے بدن پر نشان ہو۔ ☆داغ دیا گیا ہو۔

بال/اُون		☆اُون اور بال کاٹے ہوں یا جل گئے ہوں۔
دماغ	☆جانور اتنا باؤلا ہو کہ چرنے سے عاجز ہو۔	☆جانور باؤلا ہو مگر چرنے سے عاجز نہ ہو اور موٹا فربہ ہو۔
رحم/حمل	☆قریب الولادۃ حاملہ کی قربانی مکروہ ہے۔	☆حمل قریب الولادۃ نہ ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔ ☆بانجھ جانور جس میں جننے کی صلاحیت نہ ہو۔

ولائتی گائے کی قربانی:

بیرونی ممالک سے درآمد شدہ گائے کی ایک قسم چھوٹے قد کی اور باریک ٹانگوں والی ہوتی ہے اور بعض لوگ اسے خنزیر کے مشابہ بتاتے ہیں۔اس کے بارے میں مشہور ہے کہ مغربی ممالک میں خنزیر پر تحقیق کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ مادہ خنزیر بیک وقت دس بارہ بچے جنتی ہے، اس کے تھنوں میں دودھ بہت زیادہ ہوتا ہے اور یہ سارے بچے اس کے اپنے دودھ ہی سے پرورش پاتے ہیں، چنانچہ انہوں نے بطور تجربہ گائے کو خنزیر سے حاملہ کروایا، جب بچے پیدا ہوئے تو وہ اسی قد کاٹھ اور ڈیل ڈول کے تھے اور گائے کے تھنوں میں دودھ بھی زیادہ۔اب مغربی ممالک سے اس قسم کی گائے کثرت سے برآمد ہونے لگیں ہیں۔ بہت سے لوگ اس بارے میں تشویش میں مبتلا ہیں کہ ایسی گائے کا دودھ اور گوشت حلال ہے یا حرام؟اور ایسی گائے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اس سے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ اولاً تو اس فارمی گائے کے بارے میں جو باتیں مشہور ہیں اس کی یقینی تحقیق نہیں کہ واقعۃً ایسا ہوتا ہے یا نہیں؟اور جب تک کوئی بات یقینی طور پر ثابت نہ ہو اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ثانیاً بعض ڈاکٹروں کے بقول ہمارے ہاں گائے کے دودھ کی پیداوار بہت کم تھی تو حیوانات کے ماہرین نے آسٹریلیا، فرانس، جرمنی، برطانیہ،امریکہ اور ہالینڈ کی فریژین اور جرسی نسل کے نر کا مادہ منویہ لے کر تجربہ گاہ حیوانات کورنگی کراچی میں سندھی نسل کی گائے کو مصنوعی طریقہ سے جب حاملہ کروایا تو اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے، مگر اس طرح دو نسلوں کے مخلوط طریقۂ افزائش حیوانات سے گائے کی شکل،آواز، رنگ اور قد و قامت میں واضح فرق نظر

آیا۔ حاصل یہ کہ اس میں خنزیر کی پیوندکاری کا عمل دخل نہیں ہے۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ باتیں صحیح ہیں تو بھی اس سے گائے کے گوشت اور دودھ کی حلت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ کوئی جانور کس جنس میں شامل سمجھا جائے گا ہے؟ اس سے متعلق فقہاء کرام رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ وہ ماں کے تابع ہے، ماں جس جنس کی ہو وہ اس جنس کا شمار ہوگا اگرچہ ماں کسی اور جنس کے نر سے حاملہ کیوں نہ ہو اور بچہ مکمل طور پر نر کے مشابہ ہو۔ چنانچہ فقہ حنفی کی شہرۂ آفاق کتاب "ردالمختار" میں مذکور ہے کہ کسی بکری نے بھیڑیئے کا بچہ جنا تو وہ بچہ حلال ہے۔ لہذا ایسی گائے کا گوشت اور دودھ حلال اور اس کی قربانی بلاشبہ جائز ہے۔

حاملہ جانور کی قربانی:

اگر کوئی جانور حاملہ ہے اور اس کی قربانی کی گئی تو جائز ہے۔ اب اگر اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو اگر وہ مردہ ہو تو اس کا کھانا حرام ہے اور اگر زندہ ہوا تو اس کو بھی عام جانور کی طرح ذبح کر کے کھانا جائز ہے۔

اگر قربانی کے ایام میں اس کو ذبح نہ کیا تو پھر اس کو صدقہ کرنا لازم ہے اور اگر قربانی کے ایام کے بعد ذبح کر کے کھالیا تو اس کی قیمت پر صدقہ کرے۔

اگر کوئی جانور ایسی حاملہ ہو کہ جس کے بچہ پیدا ہونے کی مدت انتہائی قریب ہو تو ایسا جانور ذبح کرنا مکروہ ہے البتہ قربانی ہو جائے گی۔

جانور اور قربانی کرنے والے سے متعلق مسائل

جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہو گیا:

اگر کسی نے قربانی کے لیے جانور خریدا، پھر ذبح کے لیے لانے سے پہلے اس میں ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کے ہوتے ہوئے اس کی قربانی جائز نہیں تو مالدار پر ضروری ہے کہ وہ دوسرے بے عیب جانور کی قربانی کرے۔ فقیر پر تبدیلی کرنا ضروری نہیں۔ وہ اسی معیوب جانور کی قربانی کر سکتا ہے۔ مگر بسہولت ہو سکے تو وہ دوسرے جانور کی قربانی کرے۔ البتہ اگر فقیر نے زبان سے نذر مان کر قربانی اپنے اوپر واجب کی تھی تو اس پر بھی دوسرے بے عیب جانور کی قربانی واجب ہے۔

خصی جانور کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے:

بعض لوگ خصی کی قربانی کو درست نہیں سمجھتے یہ خیال غلط ہے بلکہ خصی جانور کی قربانی زیادہ افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود خصی جانور کی قربانی فرمائی ہے۔

متفرق مسائل:

قربانی کے جانور کے دودھ، اون اور گوبر کا حکم: مندرجہ ذیل صورتوں میں قربانی کے جانور کا دودھ، اون اور گوبر استعمال میں لانا اور اس سے نفع حاصل کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

(۱) جانور گھر کا پالتو ہو،

(۲) جانور خریدا ہو مگر خریدتے وقت قربانی کی نیت سے نہ ہو۔

(۳) قربانی کی نیت سے خریدا ہو مگر اس کا گزارا باہر چرنے پر نہ ہو بلکہ گھر میں چارہ کھاتا ہو۔

اگر قربانی کی نیت سے خریدا ہو اور باہر چر کر گزر کرتا ہو تو اس کے دودھ، اون، گوبر کو استعمال میں لانا جائز ہے مگر استعمال میں نہ لانا بہتر واحوط ہے۔ ایسے جانور کا دودھ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار کر خشک کر دینا چاہیے اگر ذبح کرنے کے بعد اون کاٹی جائے تو اسے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔ اسے بیچ کر اسکی قیمت استعمال میں لانا صحیح نہیں، اگر بیچ دی تو قیمت صدقہ کر دینی چاہیے۔

قربانی کا جانور بدلنا:

جانور گھر کا پالتو ہو یا خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی ہو تو اس کا بدلنا غنی اور فقیر دونوں کے لیے جائز ہے اور اگر قربانی کی نیت سے خریدا ہو تو اس میں تین روایات ہیں:

☆ غنی اور فقیر دونوں کے لیے بنیت اضحیہ جانور خریدنے سے وہ قربانی کیلیے متعین نہیں ہوتا، لہٰذا دونوں کے لیے بدلنا جائز ہے۔

☆ دونوں کے لیے متعین ہو جاتا ہے۔ غنی پر بقدر مالیت اور فقیر پر اسی جانور کی قربانی واجب ہے۔ بقدر مالیت کا مطلب یہ ہے کہ غنی پر بعینہٖ اسی جانور کا ذبح کرنا تو واجب نہیں، مگر اس جانور کی مالیت سے وجوب متعلق ہو گیا۔ اُس روایت کے مطابق غنی کے لیے جانور بدلنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں مختلف اقوال ہیں، راجح قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانور بدلنا مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن اگر کسی نے بدل کر کوئی دوسرا جانور بطور اضحیہ ذبح کر دیا تو پہلے کو ذبح کرنا ضروری نہیں۔ اس کو ویسے ہی چھوڑ دینا بلا کراہت جائز ہے۔ دونوں صورتوں میں اگر ادنیٰ جانور سے تبدیل کیا تو جتنی قیمت پہلے جانور کی زیادہ تھی اتنی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔ یہ دونوں قول ظاہر الروایۃ ہیں۔ پہلے قول میں وسعت اور آسانی زیادہ ہے اور دوسرا قول احوط و اشہر ہے۔

☆ غنی کے لیے بنیت اضحیہ خریدنے سے جانور قربانی کے لیے متعین نہیں ہوتا، فقیر کے لیے متعین ہو جاتا ہے، لہٰذا غنی کے لیے اس جانور کا بدلنا مطلقاً جائز ہے اور فقیر کے لیے مطلقاً ناجائز۔ اس پر کئی مسائل متفرع ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

جانور خرید لیا، اس کے بعد ایام نحر میں پہلا بھی مل گیا:

مذکورہ صورت میں پہلی روایت کے مطابق (جو اوسع و ایسر ہے) غنی اور فقیر دونوں کو اختیار ہے کہ دونوں جانوروں میں سے کوئی ایک یا ان دونوں کے سوا کوئی اور جانور ذبح کرے۔ فقیر کو یہ بھی اختیار ہے کہ کوئی جانور بھی ذبح نہ کرے۔

بنیت اضحیہ جانور خریدا، پھر وہ گم ہو گیا یا مر گیا:

اس صورت میں غنی پر تینوں روایات کے مطابق دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے خواہ پہلے جانور سے کم قیمت ہی کا ہو، جبکہ فقیر پر کچھ بھی واجب نہیں۔

بنیت اضحیہ جانور خریدا، وہ گم ہو گیا دوسرا جانور خرید کر ایام نحر میں ذبح کر دیا پھر ایام نحر میں پہلا جانور مل گیا:

اس صورت میں پہلی روایت کے مطابق غنی اور فقیر دونوں پر کچھ واجب نہیں۔

بنیت اضحیہ جانور خریدا، وہ گم ہو گیا دوسرا جانور خریدا مگر ایام نحر میں ذبح نہیں کیا، ایام نحر گزرنے کے بعد پہلا جانور بھی مل گیا:

پہلی روایت کے مطابق غنی پر واجب ہے کہ کوئی ایک جانور زندہ یا کسی بھی لائق اضحیہ جانور کی قیمت صدقہ کر دے۔ فقیر پر کچھ بھی واجب نہیں۔

بنیت اضحیہ جانور خریدا جانور خریدا، وہ گم ہو گیا دوسرا جانور خرید کر ایام نحر میں ذبح کر دیا، ایام نحر گزرنے کے بعد پہلا جانور بھی مل گیا:

روایت اولیٰ کے مطابق غنی اور فقیر دونوں پر کچھ بھی واجب نہیں۔

بنیت اضحیہ جانور خریدا، مگر ایام نحر میں ذبح نہ کیا:

روایتِ اولیٰ کے مطابق غنی پر یہی جانور زندہ یا کسی بھی لائق اضحیہ جانور کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔ فقیر پر کچھ بھی واجب نہیں۔

فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خرید کر ذبح کیا، پھر ایام نحر میں مالدار ہو گیا:

روایت اولیٰ کا متقاضا یہ ہے کہ اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہو۔

اونٹ اور گائے میں شرکاء کی تعداد:

ایک بھیڑ، بکری میں صرف ایک ہی آدمی قربانی کر سکتا ہے جبکہ اونٹ اور گائے میں زیادہ سے زیادہ سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ اگر سات سے زیادہ آدمی ایک اونٹ یا گائے میں شریک ہو گئے تو کسی کی قربانی نہیں ہو گی۔

ذبح کرنے کے بعد کسی کو شریک کرنا:

اگر قربانی جانور ذبح کیا اس کے بعد کسی کو شریک نہیں کر سکتے چاہے تقسیم ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

جانور متعین کیا تھا، مگر قربانی نہ کر سکا:

اگر کسی مالدار نے قربانی نہیں کی، حتیٰ کہ قربانی کے ایام گذر گئے تو اب قربانی فوت ہو گئی۔ اگر اس نے قربانی کا جانور زبان سے نذر مان کر (کہ اس خاص جانور کی قربانی کرنا میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا) معین کر رکھا تھا تو اب قربانی کے ایام کے بعد اسی زندہ جانور کو فقراء پر صدقہ کر دے، اگر بیچ دیا تو اس کی قیمت اور ذبح کر دیا تو اس کا سارا گوشت پوست صدقہ کر دے۔ اگر مذبوحہ جانور کی قیمت زندہ سے کم ہے تو جتنی کم ہے اتنا صدقہ کرنا بھی ضروری ہے، اگر گوشت پوست میں سے کچھ خود استعمال کر لیا تو اس کی قیمت صدقہ کرے۔

مالدار نے جانور متعین نہیں کیا تھا، ایام گذر گئے:

کسی شخص پر قربانی واجب تھی، مگر اس نے غفلت کی اور قربانی نہیں کی تو اگر اس نے کوئی جانور متعین نہیں کیا تھا تو قربانی کے قابل متوسط درجہ کی بھیڑ یا بکری کی قیمت فقراء پر صدقہ کرنا اس پر واجب ہے۔ گائے کے ساتویں حصے کی قیمت کا تصدق کافی نہیں۔ اسی طرح دوسرے سال اس سال کی قضاء کے طور پر جانور ذبح کرنا بھی کافی نہیں۔

فقیر نے پالتو جانور کی قربانی کی نیت کی، پھر قربانی نہیں کی:

اگر فقیر نے قربانی کے لیے جانور خریدا نہیں، بلکہ جانور اس کے پاس پہلے سے موجود تھا، اس کی قربانی کی نیت کر لی تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوئی، اس لیے اگر ایام گذر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں۔

ایک ہی جانور میں قربانی اور عقیقہ یا نذر کی نیت کرنا:

اگر کوئی شخص گائے خرید لے اور اس میں ایک حصے میں قربانی کرے اور دوسرے حصے یا کچھ حصے عقیقہ کے لیے مقرر کرے تو ایسا کرنا درست ہے قربانی بھی ہو جائے گی اور عقیقہ بھی۔ اسی طرح اگر ایک شخص ولیمہ اور قربانی دونوں کے لیے ایک گائے ذبح کرے تو بھی جائز ہے تاہم اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ بھیڑ، بکری یا دنبہ نہ ہو بڑا جانور ہو، اور بڑے جانور میں بھی حصہ ساتویں سے کم نہ ہوتا ہو۔

جانور ہلاک ہو گیا:

قربانی کے لیے خریدا ہوا جانور ہلاک ہو جائے یا چوری ہو جائے تو مالدار پر دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے۔ فقیر سے قربانی ساقط ہو گئی، اس پر دوسرے جانور کی قربانی واجب نہیں۔

قربانی کی وصیت و توکیل:

کسی نے یہ وصیت کی کہ اس کے انتقال کے بعد اس کی طرف سے قربانی کر دی جائے، مزید کوئی وضاحت نہ کی کہ کون سا جانور ذبح کی جائے، نہ ہی قیمت بیان کی کہ اتنی مالیت کا جانور خریدا جائے تو بھی وصیت جائز و نافذ ہے جو ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرنے سے پوری ہو جائے گی۔ لیکن اگر کسی زندہ شخص نے جانور یا قیمت تعین کئے بغیر کسی کو وکیل بنایا کہ میری طرف سے قربانی کر دو تو یہ توکیل صحیح نہیں، اگر دوسرے شخص نے قربانی کر دی تو قربانی نہیں ہو گی ۔

غیر کی طرف سے قربانی:

گائے کی قربانی میں کسی غائب شخص کا حصہ اس کے حکم سے یا حکم کے بغیر شامل کر لیا تو اس شخص کی اور دوسرے شرکاء کی قربانی درست ہو گی یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے:

(۱) دوسرے کی طرف سے نفل قربانی اس کے حکم کے بغیر بھی جائز ہے اور یہ دراصل خود جانور کے مالک یا حصہ خریدنے والے کی قربانی ہے جس کا ثواب دوسرے کو پہنچا رہا ہے۔

(۲) دوسرے کے حکم سے اس کی نفل یا واجب قربانی کا حصہ گائے میں شامل کیا تو سب کی قربانی درست ہے۔

(۳) دوسرے کے حکم کے بغیر اس کی واجب قربانی کا حصہ شامل کیا تو اگر اس شخص کی طرف سے قربانی کرنے کا مستقل معمول ہے تو بھی سب کی قربانی درست ہے۔

(۴) بغیر حکم کے ایسے شخص کی قربانی کا حصہ گائے میں رکھا جس کی طرف سے قربانی کرنے کا مستقل معمول نہیں تو اس دوسرے شخص کی قربانی نہیں ہوئی۔اس صورت میں دوسرے شرکاء کی قربانی ہوئی یا نہیں ؟اسمیں عبارات فقہ مختلف ہیں، قول عدم جواز احوط ہے اور قول جواز عقل و درایت کے مطابق ہے،اس لیے کہ جب نامزد کردہ حصے کا مالک بھی خود ذابح یا خریدنے والا ہے تو اس کی اور باقی شرکاء کی قربانی صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

(۵) غیر کی واجب قربانی میں اپنی بکری ذبح کردی، جبکہ غیر نے اس بکری پر قبضہ نہیں کیا تھا تو نہ اپنی قربانی ہوئی نہ غیر کی ہوئی، خواہ اس کے حکم سے کی ہو یا بغیر حکم کے۔

(۶) اگر غیر کے حکم سے بکری خرید کر غیر کی طرف سے قربانی کی تو صحیح ہو جائے گی۔

اگر مالک ایسے ملک میں ہوں جہاں عید ہو اور قربانی کرنے والے کے ہاں عید نہ ہو:

ایسی صورت جس میں قربانی کرنے والے کسی ایسے ملک میں ہو جہاں عید الاضحیٰ ہو گئی ہو مثلاً سعودی عرب میں اور اس کی طرف سے جو شخص قربانی کر رہا ہے وہ پاکستان میں ہے اور پاکستان میں عید الاضحیٰ اس دن نہیں ہے تو یہاں قربانی معتبر نہ ہو گی کیونکہ وکیل اور مؤکل دونوں کے لیے عید الاضحیٰ کا دن یعنی طلوع فجر شرط ہے لہٰذا اگر طلوع فجر یا شہروں میں نماز عید سے پہلے جس نے قربانی کی وہ درست نہ ہو گی۔

دوسرے شخص نے بلا اجازت جانور ذبح کر دیا:

اگر کسی کی قربانی کا جانور اس سے صراحۃً اجازت لیے بغیر دوسرے شخص نے ذبح کر دیا تو اگر اس نے مالک ہی کیلیے ذبح کیا تو یہ قربانی مالک ہی کی طرف سے ہو گی اور ذبح پر ضمان نہ آئے گا اور اگر ذابح نے اپنے لیے ذبح کیا ہو تو اس کا فیصلہ مالک پر موقوف ہے، اگر وہ ذبح کرنے والے کو اس کی قیمت کا ضامن ٹھہرائے تو یہ قربانی ذبح کرنے والے کی طرف سے ہو جائے گی اور اگر مالک مذبوحہ

جانور لے لے تو یہ قربانی مالک کی بھی ہو گی۔

میت کی طرف سے قربانی:

قربانی کسی میت یا رسول اکرم ﷺ یا کسی استاذ یا والدین یا کسی رشتہ دار کی طرف سے کرنا درست ہے۔ یہ قربانی در حقیقت جانور کے مالک پر حصہ خرید نے والے کی طرح سے ہے جس کا ثواب وہ مذکورہ بالا اشخاص کو پہنچا رہا ہے۔

جانور ذبح کرنے اور تقسیم کرنے سے متعلق مسائل

ذبح کے لیے گراتے ہوئے عیب پیدا ہو گیا:

جانور کو ذبح کیلیے لایا گیا اور گراتے ہوئے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، یا کوئی اور عیب پیدا ہو گیا، مثلاً گائے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اسی اثناء میں اس کی آنکھ پھوٹ گئی، پھر اسے پکڑ کر ذبح کر دیا گیا تو قربانی درست ہو گئی۔ ذبح کرتے ہوئے چھری ہاتھ سے چھوٹ کر آنکھ وغیرہ ضائع کر دے تو بھی یہی حکم ہے۔

بسم اللہ، اللہ اکبر کہنا صرف ذابح پر واجب ہے:

عوام میں مشہور ہے کہ ذبح کے علاوہ جانور کو پکڑنے والے اور مدد کرنے والے پر بھی بسم اللہ اللہ اکبر کہنا واجب ہے، یہ محض غلط ہے، یہ صرف ذبح کرنے والے پر واجب ہے۔

عورتوں کا ذبیحہ حلال ہے:

بعض لوگ عورتوں کے ذبیحہ کو درست نہیں سمجھتے یہ بھی غلط خیال ہے۔ عورت، سمجھدار بچہ اور بچی کا ذبیحہ درست ہے۔

ذبح فوق العقد کا حکم:

اگر کسی جانور کو عقدہ (گردن میں ابھری ہوئی گانٹھ نما ہڈی) کے اوپر سے ذبح کر دیا، یعنی عقدہ نیچے کی طرف رہ گیا اور جانور کو گردن کے بالکل آخری ٹھوڑی سے متصل حصہ سے ذبح کر دیا تو بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ذبح صحیح نہیں ہوا اور جانور حرام ہو گیا کیونکہ اس جگہ سے ذبح کرنے سے

وہ رگیں نہیں کٹتیں جن کا کاٹنا ضروری ہے۔ یہ انکی غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عقدہ کے اوپر سے ذبح کرنے سے وہ رگیں کٹ جاتی ہیں جن کا ذبح میں کاٹنا ضروری ہے اور اس سے مکمل طور پر خون بہہ جاتا ہے، اس لیے اس طرح جانور بلاشبہہ حلال ہو جاتا ہے۔ کسی قسم کا شبہہ نہ کیا جائے، البتہ ذبح کرنے والے کو چاہیے کہ وہ عقدہ کے نیچے سے ذبح کرے کہ احتیاط اسی میں ہے۔

جانور بے قابو ہو گیا تو ذبح اضطراری جائز ہے:

اگر جانور بے قابو ہو کر ہاتھ سے چھوٹ جائے اور پکڑنے میں نہ آئے تو ذبح اضطراری بھی جائز ہے، یعنی چھری، برچھی وغیرہ کسی دھار دار آلہ پر ذبح کی نیت سے بسم اللہ پڑھ کر دُور سے مار دے۔ وہ جانور کے جسم کو کسی جگہ بھی لگ جائے اور جانور ہلاک ہو جائے تو جانور حلال ہو جائے گا۔ بکری آبادی میں بھاگ جائے تو ذبح اضطراری جائز نہیں، کیونکہ پیچھا کر کے اسے قابو میں لایا جا سکتا ہے اور صحراء میں بھاگ جائے تو ذبح اضطراری جائز ہے، اونٹ، گائے، بھینس بے قابو ہو کر بھاگ جائیں تو بہر صورت ذبح اضطراری جائز ہے، خواہ آبادی میں بھاگیں یا صحراء میں۔ اسی طرح جانور نے کسی پر حملہ کر دیا اور اس نے بنیت ذبح بسم اللہ پڑھ کر اسے ہلاک کر دیا تو بھی حلال ہو جائے گا۔

حلال جانوروں کی سات چیزوں کا کھانا حرام ہیں:

۱:۔ بہتا خون ۲:۔ مذکر کی پیشاب گاہ ۳:۔ خصیتین ۴:۔ موئنث کی پیشاب گاہ

۵:۔ غدود ۶:۔ مثانہ ۷:۔ پتہ

میت کی قربانی کا گوشت کھانا:

کوئی شخص میت کی طرف سے بغیر اس کی وصیت کے نفل قربانی کرے تو اس میں سے خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا جائز ہے، اس لیے کہ اس کا حال مثل اپنی قربانی کے ہے۔ لیکن اگر میت نے قربانی کرنے کی وصیت کی ہو تو اس میں سے خود کھانا یا اغنیاء کو کھلانا جائز نہیں، بلکہ سارا گوشت فقراء پر صدقہ کرنا لازم ہے۔ اگر بڑے جانور میں کئی شرکاء ہیں اور آپس میں گوشت تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ پوری احتیاط سے وزن کر کے تقسیم کریں۔ اندازے سے تقسیم کر لینا جائز نہیں، اگرچہ باہم کمی بیشی معاف ہی کیوں نہ کر دیں۔ یہ حق شرع ہے جو کسی کے معاف

کرنے سے معاف نہیں ہوتا۔ وزن نہ کرنے میں کمی بیشی لازمی بات ہے جس میں سود کا گناہ ہوگا۔

وزن کی مشقت سے بچنے کی آسان تدبیر:

اگر وزن کی مشقت سے بچنا چاہے تو اس کی آسان تدبیر یہ ہے کہ سری پائے یا کلیجی کے ٹکڑے کر کے ہر حصہ میں ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا جائے، اس طرح اندازے سے تقسیم کرنا بھی جائز ہو جائے گا۔

گوشت تقسیم کرنا کس صورت میں ضروری نہیں؟:

(۱) وزن کر کے برابر تقسیم کرنا اس صورت میں ضروری ہے کہ شرکاء آپس میں تقسیم کرنا چاہیں، اگر سارا گوشت لوگوں میں تقسیم کرنا چاہیں یا پکا اِن کو کھلانا چاہیں تو تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر شرکاء میں سے کسی نے زبان سے نذر مان کر قربانی اپنے اوپر واجب کی تھی تو اس کا حصہ الگ کر کے فقراء پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

(۲) اگر کسی نے پورا جانور اپنے گھر کے افراد کے لیے رکھ لیا تو تقسیم کرنا ضروری نہیں، مثلاً گائے خریدی اور اس کا ایک حصہ اپنے لیے، ایک حصہ بیوی کے لیے اور باقی حصص بالغ اولاد کے لیے رکھ لیے، پھر ذبح کرنے کے بعد پورا گوشت تقسیم کئے بغیر گھر میں رکھ لیا اور سب ایک ہی گھر میں رہتے اور کھانا مشترک کھاتے ہیں تو جائز ہے۔

قربانی کے گوشت کے تین حصے مستحب ہیں:

افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے اہل و عیال کے لیے، رکھ ایک حصہ اقارب و احباب میں اور ایک حصہ فقراء میں تقسیم کرے۔ جس شخص کے اہل و عیال زیادہ ہوں وہ تمام گوشت خود بھی رکھ سکتا ہے، یہ استحباب کے خلاف نہیں۔

قربانی اور نذر سے متعلق عوام کے بعض غلط مسئلے

مسئلہ:۱ بعض عوام جو کہتے ہیں کہ بقر عید کے روز قربانی تک روزے سے دیا جائے تو، یہ محض بے اصل ہے۔ البتہ قربانی سے اول کھانا نہ کھانا مستحب ہے لیکن اسے روزہ نہیں کہا جاسکتا۔

مسئلہ:۲ بعض لوگ بدھیہ جانور کی قربانی درست نہیں سمجھتے، سو یہ اُن کی غلطی ہے، بلکہ بدھیہ جانور کی تو اور زیادہ فضیلت ہے، ہمارے پیغمبرؐ نے بدھیہ دُنبے کی قربانی فرمائی ہے۔

مسئلہ:۳ بہت مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچے کے ماں باپ، نانی نانا، دادی دادا، کو کھلانا درست نہیں، سو اس کی کچھ اصل نہیں۔ اس کا حکم قربانی جیسا ہے۔

مسئلہ:۴ اکثر عوام کو دیکھا گیا ہے کہ مَنّت و (نذر) کی شیرینی وغیرہ مسجد میں لا کر عام طور پر تقسیم کر دیتے ہیں یا نذر کی چیز کو پکا کر عام لوگوں کو مدعو کرتے ہیں وہاں ان میں بعض سید اور غنی (مالدار بھی ہوتے ہیں۔ حالانکہ سید اور غنی کو دینے سے نذر ادا نہیں ہوتی۔ اسی طرح اکثر جگہ نذر کی شیرینی وغیرہ اپنے خاندان اور گھر والوں کو اور تقسیم کرنے والا عام گزرگاہوں پر کھڑا ہو کر غنی، سید، فقیر سب کو تقسیم کر دیتا ہے یہ غلط ہے اس طرح نذر ادا نہیں ہوتی، پس جتنی مقدار غیر مستحقین سید، غنی وغیرہ کو دی ہو اس قدر دوبارہ مستحقین فقراء کو دیکھ بھال کر دینا چاہیے۔

مسئلہ:۵ بعض عوام سے سنا گیا ہے کہ جو شخص قربانی کا حصہ لے، اس کو ذوالحجہ کی پہلی تاریخ سے گوشت کھانا بند کر دینا چاہیے۔ سو یہ بھی غلط ہے۔

مسئلہ:۶ بہت سی عورتیں یکم ذی الحجہ سے شوہر سے ملاقات اور ہمبستری کو شرعاً گناہ اور منع سمجھتی ہیں سو یہ بھی غلط ہے۔

[اغلاط العوام از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ص:۷۷،۷۶]

ذبح کی اغلاط:

مسئلہ:۱ مشہور ہے کہ ذبح کرنے والے (قصاب وغیرہ) کی بخشش نہ ہو گی۔ سو یہ محض غلط ہے۔

مسئلہ:۲ بعض جو کہتے ہیں کہ جس چاقو سے جانور ذبح کیا جائے اس کے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس چاقو میں تین کیلیں ہوں (یا کوئی لکڑی کا ٹکڑا ہو) یہ محض غلط ہے۔

مسئلہ:۳ مشہور ہے کہ ولد الزنا (حرام زادہ) کا ذبیحہ درست نہیں یہ بھی محض غلط ہے۔

مسئلہ:۴ بعض عوام عورتوں کے ذبیحہ کو درست نہیں سمجھتے، سو یہ بھی غلط ہے بلکہ مسلمان نا بالغ سمجھدار لڑکے، لڑکی کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔

مسئلہ:۵ بعضے عوام میں مشہور ہے کہ ذابح کے معین پر بسم اللہ اللہ اکبر کہنا واجب ہے سو یہ محض غلط ہے، البتہ ذابح کے شریک پر بسم اللہ اللہ اکبر کہنا واجب ہے، چھری پکڑنے میں مدد کرنے والا شریک ہے، اور ہاتھ پیر منہ پکڑنے والا معین ہے، شریک اور معین میں عدم فرق سے یہ غلطی ہو جاتی ہے۔

مسئلہ:۶ بعضے عوام سمجھتے ہیں کہ ذابح کی اعانت کرنے والا مثلاً جانور پکڑنے والا کافر ہو تو ذبیحہ حلال نہیں یہ سمجھنا بالکل غلط ہے چونکہ اس صورت میں کافر صرف معین ہے، نہ کہ ذابح اور نہ ذابح کا شریک اس لیے ایسا ذبیحہ حلال ہو گا۔

مسئلہ:۷ مشہور ہے کہ جب انڈہ توڑا جائے تو اس پر پہلے یہ تکبیر پڑھ لی جائے، سفید انڈہ تربتر، نہ اس کی ٹانگیں نہ اس کا سر۔ سنت خلیل اللہ اللہ اکبر، سو اس کی کوئی اصل نہیں۔

مسئلہ:۸ مشہور ہے کہ کبوتر سید ہے اس لیے اس کا شکار نہیں کرنا چاہیئے سو یہ محض غلط بات ہے۔ [اغلام العوام: ص ۸۲]

مسئلہ:۹ مشہور ہے کہ مرغی جب اذان دیدے تو یہ منحوس ہے اس کو ذبح کرنا چاہیے یہ بھی غلط ہے۔

قربانی کی کھال کے احکام

☆ کھال اپنے استعمال میں لانا جائز ہے:

قربانی کی کھال کا قربانی کرنے والے، اس کے اہل و عیال اور گھر کے دوسرے افراد کے لیے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔ جائے نماز، دستر خوان، مشکیزہ، ڈول، موزہ، جوتا وغیرہ کوئی بھی چیز بنا کر استعمال کی جاسکتی ہے۔

☆ اپنے استعمال کیلیے قربانی کی کھال سے بنائی گئی کسی چیز کو کرائے پر دینا جائز نہیں:

کھال سے مذکورہ بالا اشیاء میں سے کوئی چیز بنالی تو اسے کرایہ پر دینا جائز نہیں، اگر کسی نے غلطی سے کرایہ پر دیا تو جو کرایہ ملے اسے صدقہ کرنا واجب ہے۔

☆ کھال یا اس سے بنی ہوئی شیء کا ہبہ جائز ہے:

قربانی کی کھال یا اس سے بنائی گئی کوئی بھی چیز کسی کو بغیر عوض کے ہبہ میں دے دینا جائز ہے، جس کو دی جائے خواہ وہ سید اور مالدار ہو، یا اپنے ماں، باپ اور اہل و عیال ہوں، کوئی رشتہ دار یا اجنبی ہو، ہر ایک کو دینا جائز ہے۔

☆ کھال معاوضہ میں دینا جائز نہیں:

قربانی کی کھال، اون، آنتیں، گوشت، چربی یعنی جانور کا کوئی جزء کسی خدمت اور مزدوری کے معاوضہ میں دینا جائز نہیں۔ بعض علاقوں میں کھال قصاب کو مزدوری کے طور پر دے دی جاتی ہے۔ قربانی کی کوئی چیز قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔ اس کی اجرت الگ دینا چاہیے۔ امام اور موٴذن کو بھی تنخواہ اور اجرت کے طور پر کھال دینا جائز نہیں۔ بطور ہدیہ کسی کو بھی دے سکتے ہیں۔

☆ کھال فروخت کرنا:

قربانی کی کھال یا اس سے بنائی ہوئی چیز کو فروخت کرنے کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) اگر روپے کے عوض فروخت کی تو حاصل ہونے والی رقم کا فقراء پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

(۲) کسی ایسی چیز کے عوض فروخت کی جو باقی رہتے ہوئے استعمال میں نہیں آسکتی یعنی اسے خرچ کئے بغیر اس سے نفع نہیں اٹھایا جاسکتا، مثلاً کھانے پینے کی کوئی چیز، تیل، پٹرول، رنگ وروغن، صابن وغیرہ تو ان اشیاء کا بھی صدقہ کرنا واجب ہے۔ خود استعمال کرنا جائز نہیں۔ قربانی کی کھال ان اشیاء یا روپے کے عوض صدقہ کرنے کی نیت سے فروخت کی تو کوئی حرج نہیں اور اپنے استعمال میں لانے کے لیے فروخت کی تو مکروہ ہے۔ جس پر استغفار لازم ہے اور ان اشیاء کا صدقہ کرنا دونوں صورتوں میں واجب ہے۔

(۳) اگر قربانی کی کھال یا اس سے بنائی ہوئی کوئی چیز کسی ایسی چیز کے بدلے میں فروخت کی جو باقی رہتے ہوئے استعمال میں آتی ہے، یعنی اسے خرچ کئے بغیر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ مثلاً کپڑے، برتن، کتاب، قلم وغیرہ تو ان اشیاء کا فقراء پر صدقہ کرنا واجب نہیں، خود استعمال کرنا، ہبہ کرنا، خیرات کرنا سب جائز ہے۔

(۴) کھال کسی باقی رہنے والی چیز کے عوض فروخت کی، پھر اس چیز کو کھانے پینے یا استعمال سے خرچ ہونے والی کسی چیز کے بدلے فروخت کر دیا تو حاصل ہونے والی رقم کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

☆ کھال کا مصرف:

جن صورتوں میں کھال سے حاصل کی ہوئی رقم یا چیز کا صدقہ واجب ہے، وہ صدقہ صرف انہی فقراء و مساکین کو دیا جاسکتا ہے جنہیں زکوٰۃ دینا درست ہو۔ جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، انہیں یہ صدقہ دینا بھی جائز نہیں۔ جس پر زکوٰۃ یا قربانی واجب ہو، وہ اس صدقہ کا مستحق نہیں۔

☆ باپ مالدار ہو تو بچوں کو صدقہ دینا:

اگر باپ مالدار ہو تو اس کے نابالغ بچوں کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔ اور بالغ بچے اگر مالدار نہ ہوں تو انہیں یہ صدقہ دیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی مالدار شخص کی بیوی مالدار نہ

ہو تو اسے بھی دیا جاسکتا ہے۔ اگر نابالغ بچوں کی ماں تو مالدار ہے، باپ مالدار نہیں تو ان بچوں کو بھی یہ صدقہ دیا جاسکتا ہے۔

☆ سیّد کو صدقہ دینا:

سید اور بنو ہاشم (یعنی جو لوگ حضرت علی، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عقیل حضرت حارث بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد ہوں) کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔ اگر یہ حاجت مند ہوں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ ویسے ان کی مدد کریں اور اس کو اپنی سعادت سمجھیں۔

☆ والدین یا اولاد کو صدقہ دینا:

اپنے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، پر دادا، پر دادی وغیرہ کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں، اس سے واجب ادا نہیں ہوگا۔ والدین کی خدمت ویسے ہی اولاد کے ذمہ فرض ہے۔ اسی طرح اپنی اولاد، پوتا، پوتی، نواسے، نواسی وغیرہ کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔ اسی طرح شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔ مذکورہ افراد کے سوا سب رشتہ داروں کو یہ صدقہ دینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں، بلکہ ان کو دینے میں دگنا ثواب ہے، ایک صدقے کا، دوسرا صلہ رحمی کا۔

☆ کسی خدمت کے معاوضہ میں صدقہ دینا:

کسی کو مزدوری یا حق خدمت کے طور پر یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔ لہذا قصاب کی مزدوری یا امام موٴذن کی خدمت کے معاوضہ کے طور پر ان کو یہ صدقہ دینے سے واجب ادا نہیں ہوگا۔

☆ کھال اور اس کی رقم بطور تملیک دینا ضروری ہے:

زکوٰۃ اور دوسرے صدقات واجبہ کی طرح اس صدقہ کے ادا ہونے کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ کسی مسکین کو یہ کھال یا اس کی رقم مالکانہ طور پر دے دی جائے جس میں اس کو ہر طرح کا اختیار ہو۔ چنانچہ اسے مسجد، مدرسہ، شفاخانہ، کنویں، پل یا کسی اور رفاہی

ادارے کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ وہ ادارہ مساکین ہی کی خدمت کیلیے وقف کیوں نہ ہو، کیونکہ اس صورت میں کسی مسکین کو مالک بنانا اور اس کے قبضے میں دینے کی صورت نہیں پائی جاسکتی۔ اسی طرح کسی لاوارث کے کفن دفن، یا کسی میت کا قرض ادا کرنے میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ کسی ایسے مدرسہ یا انجمن وغیرہ کو دینا بھی جائز نہیں جہاں غریبوں کو مالکانہ طور پر وہ صدقہ نہ دیا جاتا ہو۔ بلکہ ملازمین کی تنخواہوں یا تعمیر اور فرنیچر وغیرہ انتظامی امور پر خرچ کردیا جاتا ہو۔ البتہ اگر کسی ادارے میں مسکین طلبہ یا دوسرے مساکین کو مفت کھانا وغیرہ دیا جاتا ہو یا کوئی رفاہی ادارہ کھال یا اس کی رقم سے دوسرے مساکین کی کفالت کرتا ہو تو وہاں یہ صدقہ یا کھال دینا جائز ہے۔

☆ مسکین صدقہ وصول کرنے کے بعد جہاں چاہے خرچ کر سکتا ہے:

اگر کھال یا اس کی رقم کسی مسکین کی ملک میں دے دی اور صراحت کردی کہ تم اس کے پوری طرح مالک ہو، ہمیں اس میں کوئی اختیار نہیں، پھر وہ اپنی خوشی سے اس کی رقم، مسجد، مدرسہ یا کسی بھی رفاہی ادارہ کی تعمیر یا اس کے ملازمین کی تنخواہوں وغیرہ میں اپنی طرف سے لگادے تو یہ جائز ہے۔

☆ حیلۂ تملیک:

بعض اداروں میں حیلۂ تملیک کا یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ زکوۃ یا کھال کی رقم یا دوسرے صدقات واجبہ کی رقم کچھ مساکین کو دے کر پھر ان سے واپس لے لی جاتی ہے۔ جس کو دی جاتی ہے اسے یقین ہوتا ہے کہ مجھے اس مال کا کوئی اختیار نہیں، اگر اپنے پاس رکھ لوں گا تو ادارے کے بڑے اور دوسرے لوگ ملامت کریں گے، اس خوف اور شرم کے مارے بے چارہ وہ رقم واپس چندہ میں دے دیتا ہے۔ ممکن ہے بعض افراد دین کی ترویج واشاعت کی نیت سے بطیب خاطر بھی واپس دیتے ہوں، مگر سب کے بارے میں یہ یقین کرنا مشکل ہے۔ اس لیے اس کی بجائے بوقت ضرورت شدیدہ یہ صورت

اختیار کی جاسکتی ہے کہ کسی مسکین سے کہا جائے کہ وہ کسی غنی سے اپنے لیے قرض لے کرادارہ کو دیدے، ادارہ اسے تعمیر وغیرہ ہر مصرف پر خرچ کر سکتا ہے، اور ادارے میں زکٰوۃ و صدقات واجبہ کی جو رقم ہو وہ اس مسکین کو قرض اداء کرنے کے لیے دیدی جائے، وہ اس سے اپنا قرض اداء کرے۔

☆ کھال بھی شرکاء میں مشترک ہے:

جس بڑے جانور کی قربانی کئی شرکاء مل کر کر رہے ہوں، اس کے گوشت کی طرح کھال بھی سب شرکاء میں مشترک ہوگی، لہذا کسی شریک کے لیے یہ جائز نہیں کہ دوسروں کے حصے کی کھال بلا اجازت خود رکھے یا کسی کو دے۔ اگر بقیہ شرکاء اپنا اپنا حصہ ہبہ کردیں یا یہ ان سے خرید لے تو اب ہر طرح تصرف کر سکتا ہے۔ البتہ اگر اس نے یہ کھال فروخت کر دی اور معاوضہ میں رقم یا ایسی چیز حاصل کی جو رقم کے حکم میں ہے یعنی خرچ کئے بغیر استعمال نہیں ہو سکتی، تو اپنے حصے کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے، جبکہ بقیہ حصوں کی رقم خود رکھ سکتا ہے۔

☆ قربانی کی جھول، رسی وغیرہ:

قربانی کے جانور کی جھول، رسی اور ہار وغیرہ کو بھی کسی خدمت کے معاوضہ میں دینا جائز نہیں۔ ان چیزوں کو صدقہ کر دینا مستحب ہے، اپنے استعمال میں بھی لا سکتے ہیں۔ کھال کی حفاظت ضروری ہے: بعض لوگ جانور کی کھال اس طرح اتارتے ہیں کہ اس میں چھری لگ کر سوراخ کر جاتے ہیں، یا کھال پر گوشت لگا رہ جاتا ہے، جس سے کھال کو نقصان پہنچتا ہے، اسی طرح بعض لوگ کھال اتارنے کے بعد اس کی حفاظت نہیں کرتے، سڑ کر بے کار یا بہت کم قیمت رہ جاتی ہے۔ یہ سب امور "تبذیر" یعنی فضول خرچی میں داخل ہیں، خواہ مخواہ ثواب ضائع اور گناہ لازم۔ اس لیے کھال احتیاط سے اتار کر ضائع ہونے سے بچانا شرعاً ضروری ہے۔

☆ **کھال خریدنے کے بعد ہر تصرف جائز ہے:**

جس نے قربانی کی کھال خریدی، وہ اس کا مالک ہو گیا، اس میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے، خواہ اپنے پاس رکھے، یا فروخت کر کے قیمت اپنے خرچ میں لائے۔

☆ **اور کوئی زبردستی کھال لے گیا یا چوری ہو گیا:**

اگر کوئی شخص یا ادارہ زبردستی کھال لے گیا اور وہ اس کو غیر شرعی مصرف میں استعمال کر رہا یا کھال چوری ہو گیا تو اس سے قربانی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اپنی خوشی سے ایسی جگہ یا ادارہ کو نہیں دینا چاہیے جو کہ اس کو غیر شرعی مصرف میں استعمال کرتا ہو۔